قرآنِ حکیم کا تصورِ نبوت

کتبہ سیالوی

ابو بلال غلام مصطفےٰ مجددی
ایم اے علومِ اسلامیہ

رضا اکیڈیمی رجسٹرڈ لاہور
(پاکستان)

قرآنِ حکیم کا تصورِ نبوت

ابو بلال غلام مصطفےٰ مجددی
ایم، اے علومِ اسلامیہ

رضا اکیڈیمی لاہور

سلسلہ مطبوعات نمبر ۹۴

نام کتاب	....	قرآنِ حکیم کا تصوّرِ نبوّت
تصنیف	....	ابو بلال غلام مصطفٰے مجدّدی ایم اے علوم اسلامیہ
تصحیح	....	قاری محمد یٰسین قادری
ناشر	....	رضا اکیڈمی رجسٹرڈ لاہور
کمپوزنگ	....	ایم یو کمپوزنگ سنٹر
	....	ہجویری مارکیٹ 115 میکلوڈ روڈ لاہور
مطبع	....	احمد سجاد آرٹ پریس موہنی روڈ لاہور
ہدیہ	....	دعائے خیر بحق معاونین رضا اکیڈمی لاہور

☆ .... عطیات بھیجنے کیلئے .... ☆

رضا اکیڈمی اکاؤنٹ نمبر 38 / 938 حبیب بینک

وسن پورہ برانچ لاہور

بذریعہ ڈاک طلب کرنے والے حضرات -/8 روپے کے ٹکٹ ارسال کریں

☆ .... ملنے کا پتہ .... ☆

رضا اکیڈمی رجسٹرڈ مسجد رضا محبوب روڈ، چاہ میراں، لاہور پاکستان

کوڈ نمبر 54900 فون نمبر 7650440

تقریظِ منظوم

شاعرِ دیارِ خودی ڈاکٹر قمر تابش صاحب

مرے نزدیک ہے مفہوم بس اتنا عبادت کا
کہ ہر دم ورد ہو چہرۂ انور کی صباحت کا
ترے اسمِ مکرم سے ہے قرآں نور کا پیکر
ترے ذکرِ مقدس سے قرینہ ہے تلاوت کا
مضامیں مدحتوں کے بیخودی میں رقم کرتا ہوں
میں ممنونِ کرم ہوں آپ کی چشمِ عنایت کا
ترے حسنِ تصرف سے ہیں یہ افکارِ دانائی
خزینہ مل گیا مجھ کو فصاحت کا بلاغت کا
کچھ اس انداز سے اُس رُوئے زیبا کی تلاوت کر
نہ ہو الفاظ کی حاجت نہ سودا ہو عبارت کا
نہ افسردہ غموں سے ہوں نہ راحت ہے مسرت سے
کرشمہ ایک یہ بھی ہے قمرؔ اُن کی محبت کا

تقریظِ لطیف

محققِ عصر حضرت علامہ محمد ضیاء اللہ القادری الاشرفی صاحب

بِسمِ اللہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیمِ

اعلیٰ حضرت مجددِ دین و ملت حضرت مولانا الشاہ احمد رضا خاں بریلوی قدس سرہ القوی کی ذاتِ ستودہ صفات پر ٹھیٹھ پنجابی زبان میں کتاب پڑھی تو دل بہت خوش ہوا۔ کہ ہر زبان فیضانِ بریلی سے اپنا دامن مالا مال کر رہی ہے۔ یہ بھی دل چاہتا تھا کہ "وہیندا دریا" کے مصنف سے تعارف ہونا چاہیئے، پھر اچانک ایک سادہ سا نوجوان دو ساتھیوں کے ہمراہ میرے غریب خانے پر آیا جسے میں پہلے نہیں جانتا تھا۔ یہ لوگ حضرت پروفیسر محمد حسین آسی صاحب کا کوئی پیغام لے کر آئے تھے۔ بعد میں تفصیلی گفتگو سے معلوم ہوا کہ یہی جناب غلام مصطفیٰ مجددی صاحب ہیں۔ جنہوں نے "وہیندا دریا" لکھ کر وسیع حلقے کو متاثر کیا ہے۔ حقیقتاً یہ کتاب پنجابی ادب میں ایک حسین اضافہ قرار دی جا سکتی ہے۔

پھر راہ و رسم کا سلسلہ چل نکلا، انہی دنوں میرے کہنے پہ مجددی صاحب

نے اپنا تازہ مقالہ "قرآنِ حکیم کا تصوّرِ نبوّت" "ماہِ طیّبہ" کے لئے ارسال کیا۔ مقالہ موضوع کے اعتبار سے انتہائی اہم ہے ۔ ماشاء اللہ اندازِ تحریر بھی نہایت شگفتہ ہے ۔ رنگ اثباتی ہے۔ اپنے عقائد کے تحفّظ کے لئے صرف قرآنِ حکیم کی آیاتِ مبارکہ سے استفادہ کیا گیا ہے۔ موصوف شاعر بھی ہیں۔ نثر کے ساتھ ساتھ ذوقِ سخن نے بھی خُوب رنگ جمایا ہے میں اعماقِ دل سے چاہتا ہوں کہ یہ مضمون کتابی صُورت میں شائع ہو کر عوامِ اہلسُنّت کے پاس آنا چاہیئے تاکہ وہ اپنا ایمان تازہ کر سکیں۔ آخر میں دُعا ہے کہ مولیٰ تعالیٰ مُجدّدی صاحب کے قلم کو اور جولانیاں عطا فرمائے اور ان کے دامنِ مُراد کو فیضِ حجاز و سرہند سے مالا مال کر دے ...... آمین

دُعا جو

(محمّد ضیاء اللہ القادری سیالکوٹی)

زاویۂ نظر

اس شر انگیز دور میں بہت سے "نام نہاد مسلمان" اپنی ریشہ دوانیوں سے عالمِ اسلام کو روز افزوں نقصان پہنچا رہے ہیں۔ کتنی شرمناک بات ہے کہ یہ "اُمتی" ذاتِ نبوّت کو متنازعہ بنا کر گروہِ عشّاق کو دائرۂ اسلام سے خارج قرار دیتے ہیں، کبھی مشرک کہتے ہیں اور کبھی بدعتی، دراصل یہ اُمتی وفادار اُمتی نہیں بلکہ غیر ملکی استعمار کے کارندے ہیں۔ جن کا نصب العین صرف اور صرف اسلام کے صحیح تصوّرِ نبوّت سے اہلِ اسلام کو متنفّر کرنا ہے۔ ان کی رُوحِ ایمانی کو کچلنا ہے، یہ سب جانتے ہیں کہ اگر اہلِ اسلام میں صحیح تصوّرِ نبوّت برقرار رہا تو لاکھ جد وجہد کے باوجود بھی ان کی ترقی و عروج کی راہیں مسدود نہیں ہو سکیں گی۔ کیونکہ عقیدے کی سلامتی ہی اہلِ اسلام کی ترقی و عروج کی ضامن چلی آرہی ہے۔ لہٰذا دشمنانِ اسلام کو یہی فکر دامنگیر رہا ہے ع

کہ یہ ٹوٹا ہوا تارا مہِ کامل نہ بن جائے

اہلِ اسلام کو اصلی اسلام سے دُور کرنے کے لئے یہ لوگ

دن رات کوشاں ہیں اور غیر ملکی امداد کے سہارے اپنے ناپاک ہاتھ لمبے کر رہے ہیں۔ دوسری طرف ہمارے راہنماؤں کا طریقِ کار انتہائی افسوس ناک ہے۔ شاید ہم دشمن کی عیاریوں کو آج تک نہیں سمجھ سکے۔ نجانے کس کی نظر لگ گئی ہے جو ہم لمحہ بہ لمحہ مذہبی، سیاسی، سماجی اور معاشرتی غرض ہر پہلوئے حیات میں انحطاط کا شکار ہوتے جا رہے ہیں۔ جماعتِ اہلسنّت اُن بھیڑوں کی طرح بکھری ہوئی ہے جن کا چرواہا دور ہر غم سے آزاد ہو کر کسی سایہ دار درخت کے نیچے محوِ استراحت ہو۔ ہمیں پرواہ ہی نہیں کہ کتنے بدعقیدگی کے زہریلے ناگ سادہ دِل قوم کو ڈس کر اُس کی رُوحانی اور ایمانی موت کا سامان بن رہے ہیں۔

نظریات کے شفاف آئینے کیسے دُھندلا رہے ہیں۔

عقائد کے نازک آبگینے کس طرح ٹوٹ کر بکھر رہے ہیں۔

ہمارے وہ قائد جو کبھی رحماء بینھم کی عملی تفسیر ہوا کرتے تھے آج شومیٔ قسمت ایک دوسرے کے خلاف کس درجہ عناد کا مظاہرہ کر رہے ہیں۔ کوئی چند دِن کے اقتدار کو حرزِ جاں سمجھتا ہے اور کوئی دُشمنانِ رسالت کی آغوش میں پناہ ڈھونڈ رہا ہے۔

کوئی ذاتی اور سطحی مفادات پر اجتماعی اور ملّی مفادات کو بے دردی کے ساتھ قربان کر رہا ہے اور کوئی آزاد سیاستدانوں کی "آزاد سیاسی چوکھٹ" پہ جبیں سائی کرنا قابلِ فخر سمجھتا ہے۔

غرض کیا لکھوں ؎

ضبط کرتے ہیں تو ہر زخم لہو دیتا ہے
آہ کرتے ہیں تو اندیشۂ رسوائی ہے

یہ تو وہ دور ہے کہ ہمارے بچے بچے کو دُشمنانِ رسالت کے خلاف برسرِ پیکار ہو جانا چاہیئے اور جی جی کو مجدد الف ثانی کا جلال اور امام احمد رضا خان بریلوی کا نیزہ بن کر اُبھرنا چاہیئے۔ مگر یہاں تو صُورتِ حال یہ ہے کہ ان بزرگوں کی تعلیمات کے وارث اس بے رحمی کے ساتھ ان کی تعلیمات کو عملی طور پر جھٹلا رہے ہیں کہ بیان کرتے ہُوئے دِل خُون کے آنسو روتا ہے۔

ذرا سوچیئے تو! جب باغباں ہی باغ کو اُجاڑ دے، جب مُرغِ چمن ہی خزاؤں کا ہم نوا ہو جائے تو پھر کاتبِ تقدیر کو گلشنِ تمنّا کی بدقسمتی پہ آخری مہر ثبت کرنے سے کون روک سکتا ہے؟

غضب تو یہ ہے کہ ہم اس المناک صُورتِ حال کے ہوتے ہُوئے بھی بہتری کے اُمیدوار ہیں۔ بقولِ ساغرؔ

کچُھ لوگ بچھا کر کانٹوں کو گُلشن کی توقع رکھتے ہیں
شعلوں کو ہوائیں دے دیکر ساون کی توقع رکھتے ہیں
ماحول کے تپتے صحرا سے حالات کی اُجڑی شاخوں سے
ہم اہلِ جنوں پھُولوں سے بھرے دامن کی توقع رکھتے ہیں
سنگین چٹانوں سے دل کے دُکھنے کی شکایت کرتے ہیں
ظُلمت کے نگر میں نورانی آنگن کی توقع رکھتے ہیں

زیرِ نظر مضمون کا پس منظر کچھ یوں ہے کہ ہمارے علاقہ شکرگڑھ میں ایک نو وارد مولوی صاحب ہر روز صُبح "درسِ قرآن" کے خوبصورت نام سے تقریر شروع کرتے ہیں اور پورے عالمِ اسلام کو مشرک اور بدعتی کہہ کر ختم کر دیتے ہیں آغاز دیکھئے اور انجام دیکھئے ع

تیغ و سناں اوّل طاؤس رباب آخر

کچھ لوگ تو ان کا "درسِ قرآن" سننے کے لئے ٹھہر جاتے ہیں، واہ جی! مولوی صاحب قرآن پڑھ رہے ہیں۔ کیسی طرحدار تقریر کرتے ہیں آواز تو کوئل کی طرح سُریلی ہے اور کچھ یہ کہتے ہُوئے گزر جاتے ہیں ؎

روشنی کے پھول برسا کر ہمیں دھوکہ نہ دے
یاد ہے ہم کو چمن میں آگ لگ جانے کی رات

وہ سمجھتے ہیں کہ قرآنِ حکیم کی آیاتِ مبارکہ پڑھ کر سرورِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمتوں کا انکار کرنا اس شخص کا محبوب مشغلہ ہے۔

اس قسم کی مذموم کوششیں نجانے کہاں کہاں ہو رہی ہیں۔ اس طرح کے کتنے رُشدی صفت درندے گُلشنِ اسلام کو پامال کرنے کی حرکتیں کر رہے ہیں۔ نجانے کتنے دل ان کی وجہ سے نورِ ایمان کھو چکے ہیں۔

اس صُورتِ حال کو محسوس کرتے ہُوئے اس نیاز کیش نے یہ مضمون تحریر کیا ہے اور قرآن کے تصوّرِ نبوّت کو اجاگر کرنے کی بساط بھر کوشش

کی ہے ۔ اہل اللہ کی رفعت و شوکت کو آیاتِ قدسیہ کی روشنی میں واضح کیا گیا ہے ۔ آخر میں ، میں اپنے شیخ طریقت ، مُرشدِ حقیقت ، وارثِ رموزِ معرفت حضرت الحاج محمد لعل الدین نقشبندی قادری دامت برکاتہ ، کا ممنونِ کرم ہوں جن کی نگاہِ کیمیا اثر سے یہ ناکارا سا انسان بھی میدانِ تحقیق میں وارد ہُوا ۔ ہر وقت میرے ریشے ریشے سے یہ دُعا نکلتی ہے کہ مولیٰ کریم حضرت کا سایہ ہُما پایہ تا دیر اس عاجز کے سر پہ قائم فرمائے ۔ آیئے اب دیکھتے ہیں ؎

نقابِ رُخ اُٹھایا جا رہا ہے
وہ نکلی دھوپ سایہ جا رہا ہے

....

سگِ مُرشد

غلام مُصطفیٰ مجدّدی

سیکرٹری جنرل ادارہ تعلیماتِ مجدّدیہ شکر گڑھ

نعتِ سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

دل کے جہاں میں دولت سوز وگداز ہے
کتنی یہ مجھ پہ رحمت بندہ نواز ہے

سجدہ، قیام و قعدہ بہت ہیں اہم مگر
انکی ولا حقیقتاً روحِ نماز ہے

محبوبِ دو جہان کی یادوں کا شکریہ
جنکی کسک سے زندگی نغمہ طراز ہے

مجھکو کہے گی کیا بھلا محشر کی تیز دھوپ
سر پہ مرے جو سایۂ زلف دراز ہے

فطرت نے جس پہ کھول کے سب رکھدیئے غیوب
مازاغ چشم، واقف راز و نیاز ہے

میں ہوں غلامِ مصطفےٰ، مرشد کا ریزہ چیں
اس نسبت عظیم پر ہاں مجھ کو ناز ہے

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

یہ ایک بہت بڑا المیہ ہے کہ انسان "یوم الست" میں تو خدائے واحد سے اس کی وحدانیت اور ربوبیت کو دل و جان سے قبول کرنے کا وعدہ کر کے اس دنیائے سود و زیاں میں آیا مگر پھر انکار کرنے لگا۔ اپنے ہاتھوں سے تراشے ہوئے پتھر، مٹی اور مختلف دھاتوں کے بے جان بتوں کو اپنا خدا تصور کرنے لگا ...... کفر و ضلالت، فسق و جہالت کا راستہ اپنانے لگا، اس قدر اندھا ہو گیا کہ اس چار دن کی فانی زندگی کو حیاتِ ابدی سمجھنے لگا۔ ادھر اللہ بزرگ و برتر کی کرم فرمائی ملاحظہ کیجیے کہ وہ اس کی راہنمائی کے لئے مسلسل انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسّلام کو مبعوث فرماتا رہا جو اس کی ہدایت و کامرانی کا سامان پیدا فرماتے رہے۔

قرآنِ حکیم میں ارشاد باری ہے :-

لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَیِّنٰتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَھُمُ الْکِتٰبَ وَالْمِیْزَانَ لِیَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ

ترجمہ :- بے شک ہم نے اپنے رسولوں کو دلیلوں کے ساتھ

بھیجا اور ان کے ساتھ کتاب اور عدل کی ترازو اُتاری کہ لوگ انصاف پر قائم ہوں (سُورۃ الحدید آیت ۲۵)

اس آیۂ قدسیہ میں اُس عظیم الشان مقصدِ نبوّت کی نشاندہی کی گئی ہے جس کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لئے یہ مقبولانِ بارگاہِ ایزدی ساری ساری عُمر کفر و شیطنت کے ساتھ برسرِ پیکار رہے۔ ذیل میں اس مقصدِ نبوّت کی مزید وضاحت کی گئی ہے۔

اِنَّآ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖٓ اَنْ اَنْذِرْ قَوْمَكَ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ○

ترجمہ :۔ بے شک ہم نے نوح کو اس کی قوم کی طرف بھیجا کہ ان کو ڈرا اس سے پہلے کہ ان پر دردناک عذاب آئے

(سُورۃ نوح آیت ۱)

ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں ارشاد فرمایا :۔

هُوَ الَّذِىْ بَعَثَ فِى الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۔

وہ وہی ہے جس نے اَن پڑھوں میں انہی میں سے ایک رسُول بھیجا کہ ان پر اس کی آیتیں پڑھتے ہیں اور انہیں پاک کرتے ہیں اور کتاب اور حکمت کا علم عطا فرماتے ہیں۔

(سُورۃ الجمعہ آیت ۲)

اور فرمایا :-

وَاِنَّکَ لَتَھْدِیْۤ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ۝ صِرَاطِ اللّٰهِ الَّذِیْ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ط

اور بے شک تم ضرور سیدھی راہ بتاتے ہو، اللہ کی راہ کہ اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں۔

(سورۃ الزخرف آیت ۵۲ ، ۵۳)

اس مضمون کی اور بھی بہت سی آیاتِ قدسیہ صفحاتِ قرآنی کی رونق بنی ہوئی ہیں۔ یعنی انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام تشریف لاتے رہے اور حق و صداقت کا درس دیتے رہے۔ بالآخر ہمارے آقا حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ایک مکمل ضابطۂ حیات اور انسانیت کا عالمگیر نظام لے کر جلوہ گر ہوئے تو عرصۂ گیتی سے لے کر خیمۂ افلاک تک تمام دنیا نعرۂ حق سے معمور ہو گئی، دستورِ حیات مرتّب ہوا، ہدایت کی برسات ہوئی، محبت کے جھروکے وا ہوئے، صدیوں سے لڑتی مرتی قوموں میں یگانگت کا رشتہ استوار ہوا۔ جیسا کہ ارشادِ باری ہے :-

وَاذْکُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَیْکُمْ اِذْ کُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَیْنَ قُلُوْبِکُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖۤ اِخْوَانًا ج وَکُنْتُمْ عَلٰی شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَکُمْ مِّنْهَا ط

اور اللہ کا احسان اپنے اوپر یاد کرو جب تم میں بیر تھا، اس نے

تمہارے دلوں میں ملاپ کر دیا تو اس کے فضل سے تم آپس میں
بھائی ہو گئے اور تم ایک غار دوزخ کے کنارے پر تھے
تو اس نے تمہیں اس سے بچا دیا۔
(سورۃ آلِ عمران آیت ۱۰۳)

گویا حضور سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی برکتوں سے سارے جہاں کا نقشہ ہی پلٹ کر رہ گیا۔

تاریخِ آدمیت کا اہم ترین پہلو اِن رُشد و ہُدا کے عظیم میناروں کے ساتھ منسُوب ہے۔ ان کی اہمیت کا اندازہ اسی بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو تسلیم کرنا شعبہ ایمانیات کا اہم رُکن قرار دیا ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے :-

كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ قف
لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ قف

سب نے مانا اللہ اور اس کے فرشتوں اور اس کی کتابوں اور اس کے رسُولوں کو یہ کہتے ہوئے کہ ہم اُس کے کسی رسُول پر ایمان لانے میں فرق نہیں کرتے۔ (سُورۃ البقرہ آیت ۲۸۵)

توحید کیا ہے ؟

جہاں تک تصوّرِ الوہیت کا تعلق ہے تو یہ تو زمانۂ قدیم کے وحشی، اُجڈ اور تہذیب و تمدّن سے بیگانہ انسان کے شعور و لاشعور میں بھی کسی نہ کسی طرح موجود

تھا۔ دُنیا کے مختلف خطّوں اور علاقوں میں مختلف مصلحین بھی پیدا ہُوئے (جن کے پیغمبر ہونے کے بارے میں شواہد نہیں مِلتے) اور انہوں نے غور و فکر کے بعد انسانوں کے شعور و لاشعور میں بسنے والے تصوّرِ الوہیت کو جلا بخشی۔ اس سلسلہ میں ایران کے زرتشتؔ، ہندوستان کے گوتم بدھ اور چین کے کنفیوشس قابلِ ذکر تعلیمات کے حامل ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ بعد میں اُن کے ماننے والوں نے ان کی تعلیمات کو سرے سے بگاڑ دیا۔ اور یہ بھی حقیقتِ ثابتہ ہے کہ جس قدر انسانی ذہن میں بسے ہُوئے تصوّرِ الوہیت کو پیغمبرانِ خدا نے اُجاگر کیا اور اس کو خالص توحید کے رنگ میں رنگا۔ اس کی مثال کسی اور مُصلحِ وقت کے ہاں نہیں مِلتی۔ تمام انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسّلام اِسی لئے دُنیا میں تشریف فرما ہُوئے کہ تشکیک زدہ بنی آدم کو دولتِ یقیں اور ثروتِ ایمان سے مالا مال کیا جائے نیز در دَر کی دُر دُر سے بچا کر اس ایک خالق و مالک کے حضُور جُھکا دیا جائے جو اصلاً و فرعاً ہر عبادت کے لائق ہے۔ تمام انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسّلام کا مقصدِ حیات ایک تھا۔ اِسی مقصدِ حیات کو نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے پوری دُنیا میں پھیلایا اور بتایا کہ

يَآاَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ○ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ فِرَاشًا وَّالسَّمَآءَ بِنَآءً ص وَاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ

الثَّمَرَاتِ رِزْقًا لَّكُمْ ج فَلَا تَجْعَلُوا لِلّٰہِ اَنْدَادًا وَّاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝

اے لوگو! اپنے رب کو پوجو جس نے تمہیں اور تم سے اگلوں کو پیدا کیا یہ امید کرتے ہوئے کہ تمہیں پرہیز گاری ملے، وہ جس نے تمہارے لیئے زمین کو بچھونا اور آسمان کو عمارت بنایا اور آسمان سے پانی اُتارا تو اُس سے کچھ پھل نکالے تمہارے کھانے کو تو اللہ کے لیئے جان بُوجھ کر برابر والے نہ ٹھہراؤ۔

(سورۃ البقرہ آیت ۲۱، ۲۲)

اور یہ عقیدہ سمجھایا کہ

قُلْ هُوَاللّٰہُ اَحَدٌ ۝ اَللّٰہُ الصَّمَدُ ۝ لَمْ يَلِدْ ۝ وَلَمْ يُوْلَدْ ۝ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۝

وہ اللہ ہے، وہ ایک ہے، اللہ بے نیاز ہے، نہ اس کی کوئی اولاد اور نہ وہ کسی سے پیدا ہُوا اور نہ اس کے جوڑ کا کوئی (سُورۃ اخلاص)

پھر اسی عقیدے کی حقانیت پہ قرآنی دلائل بیان کیے جن کا توڑ پیش کرنا بڑے بڑے داناؤں کے بس میں نہیں تھا، نہ ہے اور نہ ہو گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تشریف آوری کے وقت توحید باری تعالیٰ سے متعلق مختلف نظریات موجود تھے۔ کفارِ مکہ بُتوں کو خدا کا شریک سمجھتے

تھے اور یہود ونصاریٰ نے توحیدِ باری تعالیٰ کو عجیب وغریب رنگ دے رکھا تھا۔ ایک حضرت عزیز علیہ السّلام کو خدا کا بیٹا کہتے اور دوسرے حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کو، غرض اصل توحید کا کہیں بھی نام ونشان نہ تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے اعلانِ نبوّت فرماتے ہی اصل توحید پیش کی، وہ توحید کہ جہانِ رنگ و بُو کا ذرّہ ذرّہ جس کی دلیل تھا۔

زمین وآسمان کی بے کنارہ وسعتیں،

سُورج، چاند اور ستاروں کی محفلیں،

دریاؤں، ندی، نالوں اور سمندروں کی لہریں،

شب وروز کی گردشیں،

گُلستان کی رونقیں،

ہواؤں کی سرسراہٹیں،

پھُولوں، کلیوں اور غنچوں کی لطافتیں،

چشموں، آبشاروں اور پرندوں کی گنگناہٹیں،

موتیوں اور شبنمی قطروں کی تابشیں،

یہ طرح طرح کی شکلیں، یہ قسم قسم کی صُورتیں پُکار پُکار کر کہہ رہی ہیں: فَتَبَارَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخَالِقِيْنَ

کہ برکت والا ہے اللہ جو سب سے اچھا پیدا کرنے والا ہے۔

یہاں اقبالؔ نے بڑے اچھے انداز سے دعوتِ فکر دی ہے

پالتا ہے بیج کو مٹی کی تاریکی میں کون
کون دریاؤں کی موجوں سے اُٹھاتا ہے سحاب
کون لایا کھینچ کر پچھم سے باد سازگار
خاک یہ کس کی ہے کس کا ہے یہ نورِ آفتاب
کس نے بھردی موتیوں سے خوشۂ گندم کی جیب
موسموں کو کس نے سکھلائی ہے خوئے انقلاب

توحید کی سب سے بڑی دلیل

یوں تو کائنات کی ہر چیز توحیدِ باری تعالیٰ کی دلیل ہے مگر جو معرفتِ توحید صاحبِ نبوّت کی بارگاہ سے ملتی ہے۔ باقی کائنات کے ذریعے ممکن نہیں۔ یہ ٹھیک ہے کہ صنعت کو دیکھ کر صانع کی خبر تو ملتی ہے لیکن اس خبر کو یقین آشنا وہی کر سکتا ہے جو ہمہ وقت صانع کے جلوؤں کا مرکز ہو۔ یہی وجہ ہے کہ مغرب میں بڑے بڑے فلاسفر اور اہلِ دانش پیدا ہوئے۔ ہندو جوگیوں، پروہتوں اور پنڈتوں نے "تپسیا" کی انتہا کر دی مگر مقصودِ حقیقی کا نشان نہ مل سکا۔ ادھر محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا غلام ان کے راستے پر گامزن ہو کر حُسنِ مطلق کے جلوؤں سے لُطف اندوز ہو رہا ہے۔ بحرِ معرفت میں غوطہ زن ہو کر بقا کے انمول موتی لُوٹ رہا ہے۔ نبی کی چشمِ نبوّت اُٹھتی ہے تو ہزاروں، لاکھوں انسانوں کو واصلِ خُدا بنا دیتی ہے۔

بس اک نظر، نظر سے ملانے کی دیر تھی
پھر کیا ہُوا خدا کی قسم جو ہُوا، ہُوا

اللہ ربّ العزّت نے بھی انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسّلام اور اہلِ علم کو اپنی توحید پر "شاہد" قرار دیا ہے۔ تمام نبی قوم کے سامنے اپنی عظمتِ کردار پیش فرماتے اور اعلان کرتے اُعبُدُوا اللّٰہَ مَا لَکُم مِّن اِلٰہٍ غَیرُہٗ اللہ کو پوجو اس کے سوا تمہارا اور کوئی معبود نہیں ہے خود ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہود و نصاریٰ کے نظریۂ ابنیت کی تردید کرتے وقت اپنا کردار بیان کیا اِن کَانَ لِلرَّحمٰنِ وَلَدٌ فَاَنَا اَوَّلُ العٰبِدِینَ ۝ سُبحٰنَ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَالاَرضِ رَبِّ العَرشِ عَمَّا یَصِفُونَ ۝ بفرضِ محال رحمٰن کے کوئی بچہ پیدا ہوتا تو سب سے پہلے میں پوجتا، آسمانوں، زمین اور عرش کا ربّ ان باتوں سے پاک ہے۔

(سورۃ الزخرف آیت ۸۱، ۸۲)

اس کی بُنیادی وجہ یہ ہے نبوّت و رسالت میں ادنیٰ سی خامی بھی نہیں پائی جاتی۔ نبی ہر لحاظ سے اکمل و اجمل بن کر آتا ہے اور پھر جو خوش نصیب اس کا ہو جاتا ہے وہ بھی ہر پہلو میں کامل و مکمل بن جاتا ہے۔ چونکہ نبوّت، الوہیت کی سب سے بڑی دلیل ہوتی ہے۔ اس لئے اس عظیم منصب کا کوئی پہلو تشنۂ تکمیل نہیں ہوتا۔ نبوّت ہر دور کے رنج و الم کا درماں اور کُفر و فسق جیسی بیماریوں کا علاج ہوتی ہے۔

لفظِ نبی کا مفہوم

لفظ نبی عربی کے دو الفاظ نبوّۃ اور نباء سے مشتق ہے۔ اس سلسلہ میں علمائے لغت اور مُفسّرین کرام کے اقوال ملاحظہ کیجئے:۔

۱۔ امام راغب علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:۔ النبی بغیر همزة ...... وَقَالَ بعضُ العُلَمَاءِ هُوَمِنَ النُّبُوَّةِ أی الرِّفعَةُ سُمِّیَ نَبِیًّا لِرِفْعَةِ مَحَلِّهٖ عَنْ سَائِرَ النَّاسِ۔ بعض علماء کا قول ہے کہ لفظ نبی نبوّت سے نکلا ہے جس کا مطلب ہے بلندی اور نبی کو اس لئے نبی کہا گیا ہے کہ وہ تمام انسانوں سے بلند مرتبہ ہوتا ہے۔

(مفرداتِ امام راغب)

۲۔ تفسیر خازن میں ہے:۔ اَلنَّبِیُّ مَعنَاهُ المُخْبِرُ مِنْ اَنْبَاءِ یُنْبِئُ وَقِیلَ هُوَ بِمَعنَی الرَّفِیعِ مَاخُوذٌ مِنَ النُّبُوَّةِ وَهُوَ المَکَانُ المُرتَفِعُ النبی کا معنیٰ ہے خبر دینے والا، یہ انباء ینبی سے نکلا ہے یا اونچے مقام والا جو نبوّۃ سے نکلا ہے۔ نبوّۃ بلند مکان کو کہتے ہیں۔

۳۔ تفسیرِ مظہری میں ہے کہ جب "لفظ نبی" ہمزہ کے ساتھ ہو تو اس کا مطلب مخبر یعنی خبر دینے والا ہے۔ یہ انباء سے ماخوذ ہے

۴۔ تفسیر مدارک میں ہے کہ امام نافع کی قرآت میں نبی کو ہمزہ

کے ساتھ پڑھا گیا ہے۔ جس کا معنیٰ خبر دینے والا ہے۔ یہ قرات بھی دیگر قرائتوں کی طرح متواتر ہے۔ لہٰذا اس کو مشکوک قرار دینا قرینِ انصاف نہیں۔

لفظ نبی کی لغوی تحقیق کے بعد آیئے دیکھتے ہیں کہ اصطلاحی معنیٰ میں نبی کسے کہا جاتا ہے۔ شرح عقائد نسفی میں ہے کہ هُوَ اِنْسَانٌ بَعَثَهُ اللهُ اِلَى الْخَلْقِ لِتَبْلِيْغِ الْاَحْكَامِ۔ نبی وہ انسان ہے جسے اللہ تعالیٰ نے تبلیغِ احکام کی غرض سے خلق کی طرف بھیجا۔

نبی کا تعلق چونکہ عالم غیب سے ہر آن برقرار رہتا ہے اس لئے وہ غیبی اسرار مناسب اوقات میں مناسب لوگوں تک پہنچاتا رہتا ہے۔ اس لحاظ سے نبی کو "غیب کی خبر دینے والا" بھی کہتے ہیں۔ اعلیٰ حضرت امام اہلسنّت فاضل بریلوی قدس سرہ نے اپنے ترجمۃ القرآن میں ہر جگہ نبی کا ترجمہ انہیں الفاظ میں کیا ہے تائید کے لئے کتب تفاسیر کے حوالہ جات دیکھئے۔

۱۔ تفسیرِ قرطبی میں ہے "غیب سے مراد قرآن اور اس کے غیوب ہیں۔ دوسرے عُلماء نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دی ہوئی غیبی اخبار مراد ہیں جو انسانی دائرۂ عقل سے باہر ہیں جیسے قیامت کی علامات، عذاب قبر، حشر، پل صراط، میزان، جنّت اور دوزخ وغیرہ"۔

۲۔ امام نسفی فرماتے ہیں "غیب سے مراد ہر وہ چیز ہے جو لوگوں سے چھپی ہوئی ہو اور اس کی خبر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

نے لوگوں کو دی ہو۔ مثلاً حشر و نشر، حساب وغیرہ"۔

۳۔ مفرداتِ راغب اور تاج العروس میں ہے کہ "غیب سے مُراد وہ اشیاء ہیں جو حواسات و نقول سے ماوراء ہوں اور نبی کے بتائے بغیر علم میں نہ آسکیں"۔

عُلمائے کرام کے ان اقوال کی تصریح قرآنِ پاک میں بھی موجود ہے فرمایا "ذٰلِكَ مِنْ اَنْبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ۔ یہ غیبی خبریں ہیں جو ہم آپ کی جانب وحی کرتے ہیں"، ایک جگہ یہ ہے "تِلْكَ مِنْ اَنْبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهَا اِلَيْكَ"۔

معلوم ہُوا کہ نبی کا معنیٰ "غیب کی خبریں بتانے والا" بھی ہے یہ بات اس کے منفرد و بے مثال ہونے کی دلیلِ کامل ہے مواہبِ لدنیہ اور شفا شریف میں موجود ہے اَلنُّبُوَّةُ الَّتِیْ هِیَ الْاِطِّلَاعُ عَلَى الْغَيْبِ یعنی نبوّت وہ ہے جو غیب کی اطلاع دے۔ علاوہ ازیں نبی کے اور بھی معانی کُتبِ معتبرہ میں پائے جاتے ہیں۔ مثلاً مخبر (خبر دیا گیا) واضح طریقہ، ہجرت کرنے والا، ظاہر، پوشیدہ آواز سننے والا، بلندی والا، پیشین گوئی کرنے والا، خُدا کے متعلق خبریں دینے والا، یہی معنیٰ مصباح اللّغاۃ نے لکھا ہے۔

رُجولیّت و بشریّت

ہر صاحبِ نبوّت ہمیشہ مردوں میں پیدا کیا گیا ہے۔ عورت مقامِ نبوّت پہ فائز نہیں ہو سکی۔

قرآنِ حکیم نے انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسّلام کی صفتِ رُجولیّت کا ذکر یوں کیا ہے

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ مِّنْ اَهْلِ الْقُرٰى

اور ہم نے تم سے پہلے جتنے رسُول بھیجے مرد ہی تھے جنہیں ہم وحی کرتے اور سب شہر کے ساکن تھے۔

(سُورۃ یُوسف آیت ۱۰۹)

ہر نبی انسان کامل ہوتا اور خالق و مخلوق کے درمیان تعلّق و واسطہ بن کر رہتا تھا۔ لوگوں میں چلتا پھرتا، کھاتا پیتا، کلام کرتا اور سوتا، جاگتا تھا۔ قرآنِ پاک نے نبی کی انہی صفاتِ بشریہ کا ذکر یوں کیا ہے:

۱۔ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ اَزْوَاجًا وَّ ذُرِّيَّةً ؕ

بے شک ہم نے تم سے پہلے رسُول بھیجے اور اُن کے لئے بیبیاں اور بچے کیئے (سُورۃ الرعد آیت ۳۸)

۲۔ وَمَا جَعَلْنٰهُمْ جَسَدًا لَّا يَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَمَا كَانُوْا خٰلِدِيْنَ ○

اور ہم نے انہیں خالی بدن نہ بنایا کہ کھانا نہ کھائیں اور نہ وہ دنیا میں ہمیشہ رہیں ، (سورۃ الانبیاء آیت ۸)

۳۔ وَمَا اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّا اِنَّهُمْ لَيَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَيَمْشُوْنَ فِى الْاَسْوَاقِ۔

ہم نے تم سے پہلے جتنے رسول بھیجے سب ایسے ہی تھے، کھانا کھاتے اور بازاروں میں چلتے ۔ (سورۃ الفرقان آیت ۲۰)

انبیاء کرام کی انہی صفاتِ بشریہ کو دیکھ کر کفار ومشرکین ان کی شان و منزلت کو نظر انداز کر دیتے اور "اپنی طرح کا عام سا انسان" سمجھنے لگے۔ کاش وہ سمجھتے کہ "نبی کے بازار جانے اور ہمارے بازار جانے میں فرقِ عظیم ہے ۔ ہم محض نفسِ امارہ کے لئے وہاں جاتے ہیں وہ رضائے الٰہی کے لئے اور ان کا وہاں کاروبار بھی کرنا تبلیغ ہے کہ لوگوں کو اس سے تجارت کے مسائل معلوم ہوتے ہیں۔ ایسے ہی ہماری عبادت اور نبی کی عبادت میں زمین وآسمان کا فرق ہے ۔ جہاز کے مسافر پار لگنے کے لئے جہاز میں بیٹھتے ہیں اور جہاز کا کپتان پار لگانے کے لئے۔ اسی لئے مسافر کرایہ دے کر اور کپتان تنخواہ لے کر سوار ہوتے ہیں ، اسلام کی کشتی میں نبی اور اُمتی سب سوار ہیں مگر ہم پار لگنے کو اور نبی پار لگانے کو۔"

(نورالعرفان صہ ۵۷۲ از مفتی احمد یار خان بدایونی صاحب)

کفّار کے وہم کا جواب

کفّار اس وہم و خبط میں مبتلا تھے کہ اَبَعَثَ اللّٰہُ بَشَرًا رَّسُوۡلًا کیا اللہ ایک بشر کو بھی رُسول بنا کر بھیج سکتا ہے ؟

اللہ تعالیٰ نے اس وہم و خبط کا جواب مختلف مقامات پر دیا مثلاً :-

۱- قُلۡ لَّوۡ كَانَ فِى الۡاَرۡضِ مَلٰۤـئِكَةٌ يَّمۡشُوۡنَ مُطۡمَئِنِّيۡنَ لَنَزَّلۡنَا عَلَيۡهِمۡ مِّنَ السَّمَآءِ مَلَكًا رَّسُوۡلًا -

تم فرماؤ اگر زمین میں فرشتے ہوتے چین سے چلتے تو ان پر آسمان سے رُسول بھی فرشتہ اُتارتے ۔ (بنی اسرائیل آیت ۹۵)

۲- وَلَوۡ جَعَلۡنٰهُ مَلَـكًا لَّجَـعَلۡنٰهُ رَجُلًا وَّلَلَبَسۡنَا عَلَيۡهِمۡ مَّا يَلۡبِسُوۡنَ ۝

اور اگر ہم نبی کو فرشتہ کرتے جب بھی اسے "مرد" ہی بناتے اور ان پر وہی شبہ رکھتے جس میں اب پڑے ہیں ۔

(سُورۃ الانعام آیت ۹)

۱ اس آیت قدسیہ سے واضح معلوم ہو گیا کہ اگر فرشتہ بھی نبی بن کر آجاتا تو وہ بھی صفتِ رجُولیّت اور صفتِ بشریّت سے متصف ہوتا ۔ اور جن کے خمیر میں کفر و شرک رچ بس چکا تھا وہ ضرور اُس کی ملکوتی صفات کا انکار کر کے "اپنے جیسا انسان تصوّر" کرتے ۔

امام بیضاوی علیہ الرحمۃ نے نبی کی صفتِ رجولیّت اور صفتِ بشریّت کی وجہ بیان فرمائی ہے :-

" انبیاءِ کرام کے سوا جتنی مخلوق ہے اس میں اتنی استعداد نہیں ہے کہ بلا واسطہ اللہ تعالےٰ سے فیض لے سکے ۔ اسی حکمت کے سبب عالمِ اسفل میں خلیفہ کو پیدا فرمایا گیا ۔"

علامہ فاضل لاہوری نے اس نقطے پر قدرے تفصیلی بحث فرمائی ہے

" انبیاء کرام کے علاوہ ارضی مخلوق میں کدورت پائی جاتی ہے ، میلاپن اور سیاہی ہے اور اللہ تعالےٰ ان نقائص سے بالکل پاک ہے اور یہ بھی امر واقعی ہے کہ مفیض اور مستفیض میں مناسبت شرط ہے ۔ لہٰذا اُس نے ایسا واسطہ انبیاء کرام کو بنایا جو تجرد کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ نسبت رکھتے اور نسبتِ جسمانی رکھنے کی وجہ سے مخلوق کے ساتھ منسلک ہوئے ۔ (ملخصاً دیکھئے مقدمہ توضیح البیان ، از علامہ عطا محمد بندیالوی صاحب)

یعنی نبی رجولیّت ، بشریّت اور نورانیت کا حسین امتزاج ہوتا ۔ ہمارے عقیدے میں نبی کی رجولیّت و بشریّت کا انکار کرنے والا لائق طعن ہے مگر ہم اس کو بشرِ محض اور " اپنی طرح کا عام سا مرد " بھی نہیں کہتے ۔ نورِ وحی کی تخصیص نے اس کو عوام النّاس سے بے حد فضیلت و وجاہت کا حامل قرار دے دیا ہے ۔ نبی بشرِ کامل بھی ہوتا ہے اور نورِ خدا بھی ،

ہمارے نبی حضور نور مجسّم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جہاں بشر کہا گیا ہے وہاں قَدْ جَآءَ کُمْ مِّنَ اللّٰہِ نُوْرٌ (بے شک اللہ کی طرف سے تمہارے پاس نور آگیا) میں نور بھی کہا گیا ہے اور سِرَاجًا مُّنِیْرًا (چمکانے والا سورج) کے لقب سے بھی یاد کیا گیا ہے۔ آپ کی بشریّت کا تقاضا ہے کہ کھایا پیا جائے، شادی کی جائے، اولاد پیدا کی جائے، بازاروں میں چلا پھرا جائے (ویسے آپ ان امورِ بشریہ کے محتاج نہیں، یہ اس لئے انجام دیئے کہ ہمارے لئے حلال ہو جائیں) اور نورانیت کا تقاضا ہے کہ مقام اَوْ اَدْنٰی پہ فائز ہو کر جلوۂ الٰہی کو سر کی آنکھوں سے دیکھا جائے اور سدرۃ سے آگے کی منزلوں کو طے کر کے جبریل امین (علیہ السّلام) جیسے فرشتے کو بھی نقشِ حیرت بنا دیا جائے۔

تمام انبیاء کرام حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی برکت سے نورِ رسالت، نورِ خلافت، نورِ صفوت، نورِ خلت اور نورِ ہدایت والے ہیں۔ اُن کی ان نورانی عظمتوں کو بھلا کر صرف بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ والی آیت کا وِرد کرنا اور اپنے جیسا بشرِ محض خیال کرنا اللہ تعالیٰ کو ہرگز ہرگز قبول نہیں ہے۔

مولانا رُوم قدس سرہ فرماتے ہیں ؎

اشقیاء را دیدۂ بینا نہ بود — نیک و بد در دیدہ شاں یکساں نمود

ہمسری با انبیاء برداشتند — اولیاء را ہمچو خود پنداشتند

ایں نہ دانستند ایشاں از عمیٰ — ہست فرقے درمیاں بے منتہیٰ

ہر دو گوں زنبور خورد از یک محل — لیک زیں شُد نیش و زاں دیگر عسل

ہر دو گوں آہو گیا خوردند و آب ‏ ‏ زیں یکے سرگیں شُد و زاں مشکناب
ایں خورد گردد پلیدی و زجدا ‏ ‏ واں خورد گردد ہمہ نُورِ خدا

ترجمہ :- ۱- بدبختوں کی دیکھنے والی آنکھ نہ تھی ، اچھا اور بُرا ان کی آنکھ میں یکساں نظر آیا۔

۲- انہوں نے نبیوں کے ساتھ برابری کا دعویٰ کیا اور اولیاء کو اپنے جیسا سمجھ لیا۔

۳- اندھے پن سے وہ یہ نہ سمجھے کہ دونوں میں بڑا فرق ہے۔

۴- دونوں قسم کی بھڑوں نے ایک ہی جگہ سے کھایا ، لیکن ایک سے ڈنگ اور دوسری سے شہد بنا۔

۵- دونوں قسم کے ہرنوں نے گھاس اور پانی ، کھایا پیا ، ایک کا گوبر اور دوسرے کا خالص مُشک بنا۔

۶- یہ کھاتا ہے تو پلیدی بنتی ہے ۔ اللہ کا نبی کھاتا ہے تو نورِ خدا بنتا ہے۔

عقلِ نارسا کے شُبہ کا ازالہ

بعض حضرات اپنی عقلِ نارسا کا شُبہ یوں بیان کرتے ہیں کہ بشریّت اور نورانیت دو متضاد چیزیں ہیں۔ لہٰذا ان کا اکٹھا ہونا ناممکن ہے۔

حالانکہ تھوڑا سا غور و فکر کیا جائے تو معلوم ہو گا کہ انسان کا وجُودِ عنصری مختلف متضاد قوّتوں کا مجموعہ ہے۔ اللہ تعالےٰ نے اپنی قدرتِ کاملہ

سے آگ، پانی، ہوا اور مٹی کو ایک خوبصورت سانچے میں جمع کر دیا ہے جو قادرِ مطلق ان متضاد قوّتوں کو یکجا کر سکتا ہے کیا وہ بشرّیت اور نُورانیّت کو یکجا نہیں کر سکتا ؟ حضرت جبریلِ امین (علیہ السّلام) کا خمیر نُور سے گندھا ہُوا ہے مگر جب وہ سیّدہ مریم سلام اللہ علیہا کے پاس آتے ہیں تو قُرآنِ پاک انہیں "بشرا سویّا" یعنی کامل بشر کے نام سے یاد کرتا ہے۔ اسی طرح بارگاہِ خلیل میں بھی ملائکہ عظام لباسِ بشریّت پہن کر حاضر ہُوئے۔ قرآنِ حکیم فرماتا ہے :-

"هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ ضَيْفِ اِبْرٰهِيْمَ الْمُكْرَمِيْنَ

اے محبوب! کیا تمہارے پاس ابراہیم (علیہ السّلام) کے معزز مہمانوں کی خبر آئی"۔ (سُورۃ الذّٰریٰت آیت ۲۴)

مُفسّرین کرام فرماتے ہیں یہ دس بارہ فرشتے تھے بشکل مہمان حضرت ابراہیم علیہ السّلام کی خدمت میں حاضر ہُوئے۔ معلوم ہُوا کہ اللہ تعالےٰ کے لئے یہ محال نہیں کہ وہ بشریّت کو نورانیّت کا لباس بنا دے یا نورانیّت کو بشریّت پر غالب کر دے یا ان دونوں عظیم صفتوں کا ایک عظیم پیکر تیار کر دے۔ نجانے کیا وجہ ہے کہ کذب جیسی بدترین صفت کو تحتِ قُدرت ماننے والے ان عجائب وغرائب کو کیوں تحتِ قُدرت تسلیم نہیں کرتے۔

کفّار کا طرزِ فکر

تاریخ عالم کا مطالعہ کریں تو معلوم ہو گا کہ جو قوم اپنے راہبر و قائدؐ کے حضور گستاخی کا مذموم طریقہ اختیار کرتی ہے اس کا انجام انتہائی عبرت ناک ہوتا ہے۔ گمراہی اُس کا مقدر بن جاتی ہے پھر وہ حرماں نصیب قوم لحہ بہ لحہ اس دلدل میں ڈوب کر اپنا وجود، اپنا وقار اور اپنا کر و فر الغرض سب کچھ کھو بیٹھتی ہے خالقِ ارض و سمائے نے نسلِ آدمیّت کی راہنمائی کے لئے اپنے رفیع المرتبت رسُولوں اور نبیوں کو مبعُوث فرمایا اور ان کو قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھنا شرطِ ایمان ٹھہرایا۔ ان کے عشق و محبّت کو مومن ی نشانی قرار دیا۔ ان کی راہوں پر چلنے کی تلقین فرمائی۔ ”اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ۔ اے اللہ! ہمیں سیدھے راستے پر چلا، اُن لوگوں کا راستہ جن پر تو نے اپنا انعام فرمایا ہے۔“

(سُورۃ فاتحہ آیت ۷)

کون نہیں جانتا سرِ آدم پہ خلافت و وجاہت کا نُورانی تاج سجایا گیا۔ علم و فکر کی عظیم ثروتیں عطا کی گئیں، معرفتِ بارگاہ کا انمول خزانہ عنایت کیا گیا، قُدسیوں کی مُقدّس پیشانیاں اُس کے سامنے جُھک گئیں تو ایک ”حاسد“ یہ اکرام و انعام دیکھ کر جل گیا، پھر اکڑ گیا۔ خُدا تعالےٰ نے فرمایا ”کیوں نہیں جُھکتا؟ بولا لَمْ اَکُنْ لِّاَسْجُدَ لِبَشَرٍ خَلَقْتَہٗ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ایسے بشر

کو سجدہ کروں جس کو تو نے بجھنے ہوئے کیچڑ سے پیدا کیا"۔
(سورۃ الحجر آیت ۳۳)

دِل میں پرورش پانے والا بُغض و عناد آخر زبان پر آہی گیا۔ انہیں لمحات میں ایک معیار قائم ہوا، ایک کسوٹی تشکیل دی گئی۔ جو اللہ تعالیٰ کے کے اس مقبول و محبوب کے دامن سے وابستہ ہو گیا وہ کامیاب ہے اور جو اس کا دشمن بنا وہ ہمیشہ کے لئے مردود اور لعین ہے۔ دو راستے معرضِ وجود میں آ گئے، طریقۂ حق اور طریقۂ کُفر۔

طریقۂ حق: یہ ہے کہ اللہ والوں کی عظمت و رفعت کو دِل سے تسلیم کیا جائے۔

طریقۂ کفر: یہ ہے کہ ان برگزیدہ لوگوں کو اپنے جیسا کہہ کر توہین کی جائے۔

ابلیس چونکہ جانتا تھا کہ اہل اللہ کی توہین و تنقیص ہی وہ خوفناک خزاں ہے جس نے آنِ واحد میں اس کے خیابانِ عبادت کو تباہ و برباد کر دیا ہے۔ اُس نے سوچا کہ کیوں نہ اس آدم کی نسل پہ اس خزاں کو مُسلّط کر دیا جائے، یعنی توہین و تنقیص کی "خزاں" جو دلوں کی کائنات میں ویرانی و تیرگی پھیلا دے، ایک رُوح فرسا اُجاڑ پیدا کر دے۔

اس سے بڑی اذیّت اور کیا ہو گی کہ وہ فضائل و محامد، کمالات و محاسن جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو عطا کئے ہیں۔ ان کا سرے سے ہی انکار کر دیا جائے؟ ابتدائے آدمیّت سے لے کر آج تک اہل کُفر

اِسی ابلیسی راستے پر چلتے ہُوئے اہل اللہ کی عظمتوں کو مذاق کی نظر سے دیکھتے رہے ہیں اور اُن کو "بشرِ محض" کہہ کر نُورِ نبوّت، کمالِ رسالت اور مقامِ خلافت کے خلاف ہرزہ سرائی کرتے رہے ہیں۔ آیئے قرآنِ عظیم کی روشنی میں دیکھتے ہیں کہ ان "ابلیس نگر" کے باسیوں نے کس درجہ اپنے رہبروں، محسنوں اور چارہ گروں کی شان میں بے ادبیاں کی ہیں۔

۱۔ حضرت آدم علیہ السّلام کے بعد آپ کی اولاد نے بے راہ رَوی کا مظاہرہ کیا تو حضرت ثانیٔ آدم سیّدنا نوح علیہ السّلام رسالت پر فائز ہُوئے اور لوگوں کو اسلام کی تبلیغ کی۔ اہلِ کُفر کہنے لگے:۔

"مَا نَرٰىكَ اِلَّا بَشَرًا مِّثْلَنَا وَمَا نَرٰىكَ اتَّبَعَكَ اِلَّا الَّذِيْنَ هُمْ اَرَاذِلُنَا بَادِيَ الرَّاْيِ ۚ وَمَا نَرٰى لَكُمْ عَلَيْنَا مِنْ فَضْلٍ بَلْ نَظُنُّكُمْ كٰذِبِيْنَ۔

ہم تو تمہیں اپنے ہی جیسا آدمی دیکھتے ہیں اور ہم نہیں دیکھتے کہ تمہاری پیروی کس نے کی ہو مگر ہمارے کمینوں نے سرسری نظر سے اور ہم تم میں اپنے اُوپر کوئی بڑائی نہیں پاتے بلکہ ہم تمہیں جھوٹا خیال کرتے ہیں"۔ (سُورۃ ہُود آیت ۲۷)

۲:۔ قومِ ثمود اِنتہائی سرکش اور نافرمان قوم تھی، اللہ تعالےٰ نے حضرت صالح علیہ السّلام کو نورِ نبوّت دے کر بھیجا کہ جاؤ اس بدبخت قوم کو اندھیروں سے نکال لاؤ، آہ! وہ قوم کتنی ظالم اور ناعاقبت اندیش تھی

نے اپنے راہنما اور محسن کو دیکھا تو

مَا هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يَاْكُلُ مِمَّا تَاْكُلُوْنَ مِنْهُ وَيَشْرَبُ مِمَّا تَشْرَبُوْنَ ۝ وَلَئِنْ اَطَعْتُمْ بَشَرًا مِّثْلَكُمْ اِنَّكُمْ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ ۝

(سردار اپنی قوم سے کہنے لگے) یہ (صالح) تو نہیں مگر تم جیسا آدمی، جو تم کھاتے ہو اسی میں سے کھاتا ہے، جو تم پیتے ہو اسی میں سے پیتا ہے، اور اگر تم اپنے جیسے آدمی کی اطاعت کرو جب تو تم ضرور گھاٹے میں ہو۔

(سورۃ المؤمنون آیت ۳۳، ۳۴)

ایک بار کہنے لگے :-

مَآ اَنْتَ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا فَاْتِ بِاٰيَةٍ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝

تم تو ہمارے جیسے آدمی ہو تو کوئی نشانی لاؤ اگر سچے ہو۔

(سورۃ الشعرآء آیت ۱۵۴)

پھر آپ نے دعا کی تو پہاڑ سے ایک خوبصورت اونٹنی برآمد ہوئی، کتنا عظیم الشان معجزہ تھا مگر ظالموں کے دل و دماغ میں یہی سودا سمایا ہوا تھا کہ یہ نبی نہیں بلکہ "ہماری مثل بشر" ہیں۔ انہوں نے اس دلیلِ نبوت کو ختم کیا تو عذابِ الٰہی کا شکار ہو گئے،

فَاَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ بِالْحَقِّ فَجَعَلْنٰهُمْ

غُثَآءً ج فَبُعْدًا لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۝

تو انہیں آلیا سچی چنگھاڑ نے تو ہم نے انہیں گھاس کوڑا کر دیا

تو دور ہوں ظالم لوگ۔ (سُورۃ المؤمنون آیت ۴۱)

۳۔ اہل مدین ہر طرح کی برائی کے رسیا تھے۔ حضرت شعیب علیہ السلام ہادیِ برحق بن کر آئے تو قوم کہنے لگی۔

اِنَّمَآ اَنْتَ مِنَ الْمُسَحَّرِيْنَ ۝ وَمَآ اَنْتَ اِلَّا

بَشَرٌ مِّثْلُنَا وَاِنْ نَّظُنُّكَ لَمِنَ الْكٰذِبِيْنَ ۝

تم پر جادو ہوا ہے، تم تو نہیں مگر ہم جیسے آدمی اور بیشک

ہم تمہیں جھوٹا سمجھتے ہیں۔ (سُورۃ الشعراء آیت ۱۸۵، ۱۸۶)

۴:۔ آلِ فرعون کے ظلم و ستم، کفر و شرک اور جہالت و خباثت کی گواہیاں آج بھی دریائے نیل کی لہریں زبان حال سے دے رہی ہیں۔ آج بھی اہرام مصر کی بنیادوں سے بے کسوں اور مظلوموں کی سسکیاں اُٹھ رہی ہیں۔ کتنی بھٹکی ہوئی قوم تھی وہ؟ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السّلام کو فرعونی علاقہ میں شمع ہدایت دے کر بھیجا، وہ گستاخ لوگ کہنے لگے:

اَنُؤْمِنُ لِبَشَرَيْنِ مِثْلِنَا وَقَوْمُهُمَا

لَنَا عٰبِدُوْنَ ۝

کیا ہم ایمان لے آئیں اپنے جیسے دو آدمیوں پر اور ان کی

قوم ہماری بندگی کر رہی ہے۔ (سُورۃ المؤمنون آیت ۴۷)

۵:- پھر وہ دور بھی آگیا جب کہ ساری دُنیا بالعموم اور جزیرہ نمائے عرب بالخصوص ظلمتوں میں کھو چکا تھا۔ انسانیت دم توڑ چکی تھی، شرافت کا جنازہ اُٹھ گیا تھا، ہر طرف شیطانی قہقہے سُنائی دے رہے تھے، سُرِ پری محوِ رقص تھی، انسان کی حالت پر کائنات افسردہ تھی، ستارے شدّتِ غم سے جل بُجھ رہے تھے، مہر و ماہ کی پریشانیاں نمایاں تھیں۔

آخر کار رسُولوں کا تاجدار، فلکِ رسالت کا نیّرِ تاباں جب رُو نما ہُوا تو نغمۂ توحید سے یہ عالمِ شش جہات ایک بار پھر گُونج اُٹھا، ماننے والے مان گئے مگر اہلِ کُفر یہی کہتے رہے۔

هَلْ هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ج اَفَتَاْتُوْنَ السِّحْرَ وَاَنْتُمْ تُبْصِرُوْنَ

(ایک دوسرے سے سرگوشی کرتے ہُوئے) یہ کون ہیں، ایک تمہیں جیسے آدمی تو ہیں، کیا جادو کے پاس جاتے ہو دیکھ بھال کر۔ (سُورۃ الانبیاء آیت ۳)

مزید یہ بھی کہتے اِنْ هٰذَآ اِلَّا قَوْلُ الْبَشَرِ یہ تو ایک بشر کا کلام ہے۔

مذکورہ صدر آیاتِ مُبارکہ سے یہ اخذ ہوتا ہے کہ اہلِ کُفر کا کام شروع ہی سے یہ رہا ہے کہ انبیاء کرام علیہم الصّلوٰۃ والسّلام کی شانِ انفرادیت کی نفی کی جائے۔ ان جلیل القدر شخصیتوں سے مذاق کیا جائے۔ اُن کی شوکتوں اور سطوتوں کا انکار کیا جائے۔ قرآنِ حکیم نے یہاں اہلِ کُفر کی

اس بدخصلت کا ذکر فرمایا ہے:-

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ فِیْ شِیَعِ الْاَوَّلِیْنَ ۝ وَمَا یَاْتِیْهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ یَسْتَهْزِءُوْنَ ۝

اور بے شک ہم نے تم سے پہلے پہلی اُمتوں میں بھی رُسول بھیجے تھے۔ اور جو رُسول بھی اُن کے پاس آتا تھا اُس کی ہنسی اُڑاتے تھے۔ (سُورۃ الحجر آیت ۱۰، ۱۱)

اہلِ کُفر انتہائی ہٹ دھرم واقع ہُوئے ہیں۔ ان کی ڈھٹائی کا ذکر یُوں فرمایا ہے:-

وَلَوْ فَتَحْنَا عَلَیْهِمْ بَابًا مِّنَ السَّمَآءِ فَظَلُّوْا فِیْهِ یَعْرُجُوْنَ ۝ لَقَالُوْٓا اِنَّمَا سُكِّرَتْ اَبْصَارُنَا بَلْ نَحْنُ قَوْمٌ مَّسْحُوْرُوْنَ ۝

اور اگر ہم ان کے لئے آسمان میں کوئی دروازہ کھول دیں کہ دن کو اس میں چڑھتے، جب بھی کہتے کہ ہماری نگاہ باندھ دی گئی ہے بلکہ ہم پر جادو ہُوا ہے۔

(سُورۃ الحجر آیت ۱۴، ۱۵)

عِصمتِ پیغمبر انسان کے دامنِ عصمت اور ردائے آبرو کو داغدار کرنے میں شیطان اور نفسِ امارہ کا ہاتھ ہوتا ہے۔ یہ دونوں

ہر آن اسے راہِ حق سے ہٹانے کی سازشیں کرتے رہتے ہیں۔ مگر یہ عجب کروفر اور عظمت کی پائندہ نشانی ہے کہ اللہ تعالےٰ کا نبی ان کے حملوں سے محفوظ رہتا ہے۔

حرص و ہوا کی آندھیوں میں بھی اُس کے پایۂ استقلال میں تھرتھراہٹ پیدا نہیں ہوتی۔ خالقِ کائنات بدی کے گماشتوں کو مخاطب فرماتا ہے۔

اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَكَ عَلَیْهِمْ سُلْطٰنٌ

بے شک میرے بندے ہیں اُن پر تمہارا کچھ قابو نہیں۔

(سُورۃ بنی اسرائیل آیت ۶۵)

اہلِ نبوّت کے استقلال کا اعتراف ابلیس نے بھی کیا ہے

فَبِعِزَّتِكَ لَاُغْوِیَنَّهُمْ اَجْمَعِیْنَ ۝ اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِیْنَ ۝

تیری عزّت کی قسم ضرور میں اِن سب کو گمراہ کردوں گا، مگر جو ان میں تیرے چُنے ہُوئے بندے ہیں۔

(سُورۃ صٓ آیت ۸۳،۸۲)

معلوم ہُوا کہ نبی کا معصُوم اور بے عیب ہونا لازم ہے اور اُس کے صدقے اُس کے سچّے پیروکار بھی محفوظ رہتے ہیں۔ گستاخانِ نبوّت کا نبی پر ایک اور سنگین الزام یہ ہُوا کرتا تھا کہ وہ راہِ راست سے بھٹکا ہُوا ہے، جیسا کہ قوم نوح نے کہا اِنَّا لَنَرٰىكَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ۔ بے شک ہم تمہیں کھُلی گمراہی میں دیکھتے ہیں۔ حضرت

نوح علیہ السّلام نے جواب دیا :-

يٰقَوْمِ لَيْسَ بِيْ ضَلٰلَةٌ وَّلٰكِنِّيْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○ أُبَلِّغُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّيْ وَأَنْصَحُ لَكُمْ وَأَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ○

اے میری قوم مجھ پر گمراہی کچھ نہیں، میں تو رب العالمین کا رسول ہوں، تمہیں اپنے ربّ کی رسالتیں پہنچاتا اور تمہارا بھلا چاہتا ہوں اور میں اللہ کی طرف سے وہ علم رکھتا ہوں جو تم نہیں رکھتے۔ (سورۃ الاعراف آیت ۶۱، ۶۲)

اسی طرح قوم عاد نے حضرت ہود علیہ السّلام کی دعوتِ توحید کے جواب میں انہیں یہ کہنا شروع کر دیا :- اِنَّا لَنَرٰىكَ فِيْ سَفَاهَةٍ وَّاِنَّا لَنَظُنُّكَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ○ بے شک ہم تمہیں بے وقوف سمجھتے ہیں اور بے شک ہم تمہیں جھوٹوں میں گمان کرتے ہیں

(سورۃ الاعراف آیت ۶۶)

ذرا سوچیے ! جو ہزاروں جھوٹے خداؤں سے جان چھڑوا کر ایک وحدہٗ لاشریک کے حضور جھکانا چاہتا تھا، جو کائنات کی سب سے بڑی حقیقت کو بیان کر رہا تھا کہ اُعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ط اللہ کی بندگی کرو، اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں۔ اس کو وہ ستم شعار لوگ بے وقوف اور جھوٹا کہہ رہے تھے،

آہ! کیا عقل وخرد کا اس سے بھی بڑھ کر جنازہ نکل سکتا ہے؟
آپ نے فرمایا:۔

یٰقَوْمِ لَیْسَ بِیْ سَفَاهَةٌ وَّلٰكِنِّیْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ ○ اُبَلِّغُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّیْ وَاَنَا لَكُمْ نَاصِحٌ اَمِیْنٌ ○

اے قوم! مجھے بے وقوفی سے کیا علاقہ، میں تو پروردگارِ عالم کا رسُول ہوں، تمہیں اپنے رب کی رسالتیں پہنچاتا ہوں اور تمہارا معتمد خیر خواہ ہوں۔ (سُورۃ الاعراف آیت ۶۷، ۶۸)

ثابت ہُوا کہ نبی بے راہ نہیں ہوتا، نبوّت اور ضلالت میں نور اور ظُلمت کا سا فرق ہے۔ یعنی نبی کا گمراہ ہونا، بے وقوف ہونا، جھُوٹا ہونا، ناممکن اور گمراہ، بے وقوف اور جھُوٹے کا نبی ہونا ناممکن ہے۔ اللہ کریم نے نبیِ آخر الزّماں صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بارے میں فرمایا:۔

مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰی۔

تمہارا صاحب نہ گمراہ ہُوا نہ حق سے پھرا۔ (سُورۃ النجم آیت ۲)

اہلِ مکّہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مجنوں کہا۔ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْ نُزِّلَ عَلَیْهِ الذِّكْرُ اِنَّكَ لَمَجْنُوْنٌ ○ اے وہ شخص جس پر ذکر نازل ہُوا بے شک تو دیوانہ ہے (سُورۃ الحجر آیت ۶)

آپ کو جادو کا مارا ہُوا کہا:۔ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسْحُوْرًا ○ تم تو ایک جادو کے مارے آدمی کی اتباع

کرتے ہو۔ (بنی اسرائیل آیت ۴۷)

آپ کو شاعر، جادوگر اور بے نام و نشان کہا۔ غرض انہوں نے سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلّم کی بے عیب ذاتِ قدسیہ سے ایسا ایسا عیب منسُوب کیا کہ عدل و انصاف کی دُنیا لرزنے لگی۔ اللہ تعالیٰ نے برابر اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی معصومیت بیان کرنے کے لئے آیاتِ بیّنہ نازل فرمائیں اور تسلّی دیتے ہوُئے فرمایا:۔

۱۔ اُنْظُرْ كَيْفَ ضَرَبُوا لَكَ الْاَمْثَالَ فَضَلُّوا فَلَا يَسْتَطِيعُونَ سَبِيلًا ٥

دیکھو اُنہوں نے تمہیں کیسی تشبیہیں دیں، تو گُمراہ ہوُئے کہ راہ نہیں پاسکتے۔ (آیت ۴۸)

۲۔ فَلَا يَحْزُنْكَ قَوْلُهُمْ اِنَّا نَعْلَمُ مَا يُسِرُّونَ وَمَا يُعْلِنُونَ ٥

بات کا غم نہ کرو، بیشک ہم جانتے ہیں جو وہ چھپاتے اور ظاہر کرتے ہیں۔ (سُورۃ یٰسٓ آیت ۷۶)

۳۔ مَا اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُونٍ ٥ وَاِنَّ لَكَ لَاَجْرًا غَيْرَ مَمْنُونٍ ٥ وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيمٍ ٥ فَسَتُبْصِرُ وَيُبْصِرُونَ ٥ بِاَيِّكُمُ الْمَفْتُونُ ٥

تم اپنے ربّ کے فضل سے دیوانے نہیں ہو اور ضرور

تمہارے لئے بے انتہا ثواب ہے اور بے شک تم خلقِ عظیم والے ہو، تو جلدی تم بھی دیکھ لو گے اور وہ بھی دیکھ لیں گے کہ تم میں کون دیوانہ تھا۔ (سورۃ القلم آیت ۲، ۳، ۴، ۵، ۶)

۴۔ مَا بِصَاحِبِكُمْ مِنْ جِنَّةٍ اِنْ هُوَ اِلَّا نَذِيْرٌ لَّكُمْ بَيْنَ يَدَيْ عَذَابٍ شَدِيْدٍ ۝

تمہارے صاحب میں جنوں کی کوئی بات نہیں، وہ تو ایک سخت عذاب سے پہلے ڈر سنانے والا ہے۔

(سورۃ السبا آیت ۴۶)

۵۔ وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْبَغِيْ لَهٗ ط

اور ہم نے ان کو شعر کہنا نہ سکھایا، اور نہ وہ ان کی شان کے لائق ہے۔ (سورۃ یٰسین آیت ۶۹)

۶۔ اِنَّا كَفَيْنٰكَ الْمُسْتَهْزِءِيْنَ۔

بے شک ان ہنسنے والوں پر ہم تمہیں کفایت کرتے ہیں۔
(سورۃ الحجر آیت ۹۵)

۷۔ فَذَكِّرْ فَمَآ اَنْتَ بِنِعْمَتِ رَبِّكَ بِكَاهِنٍ وَّلَا مَجْنُوْنٍ ۝ اَمْ يَقُوْلُوْنَ شَاعِرٌ نَّتَرَبَّصُ بِهٖ رَيْبَ الْمَنُوْنِ ۝

تو اے محبوب! تم نصیحت کرو، کہ تم اپنے ربّ کے فضل سے

نہ کاہن ہو نہ مجنون ، یا کہتے ہیں یہ شاعر ہیں ، ہمیں ان پر
حوادث زمانہ کا انتظار ہے ۔

قُلْ تَرَبَّصُوْا فَاِنِّیْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُتَرَبِّصِیْنَ ؕ

تم فرماؤ ! انتظار کرو ، میں بھی تمہارے انتظار میں ہوں ۔
(سُورۃ الطور آیت ۲۹، ۳۰، ۳۱)

۸۔ اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ ؕ

بے شک تمہارا دشمن ہی بے نام و نشان ہے ۔ (الکوثر آیت ۳)

ان آیاتِ قدسیہ سے معلوم ہوا کہ اللہ کا محبوب ہر عیب (جادوگری ، شاعری ، دیوانگی ، بے نشانی وغیرہ) سے پاک ہے ، معصوم ہے اور ان کمزوریوں ، خطاؤں اور لغزشوں کی دُنیا سے ماورا ہے ۔ ایسے ہی اللہ تعالیٰ کا ہر نبی ۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے کہ اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَیْثُ یَجْعَلُ رِسٰلَتَهٗ اللہ خوب جانتا ہے جہاں اپنی رسالت رکھے
(سُورۃ انعام آیت ۱۲۴)

نبوت سراسر وہبی چیز ہے ۔ اگر اب بھی کوئی اللہ تعالیٰ کی عطا میں شک کرے اور کہے کہ نبی بھی گمراہ ہو سکتا ہے یا نبی میں بھی کوئی نقص ہو سکتا ہے تو گویا اُس نے قانونِ قدرت ، علوِ رسالت اور شانِ نبوت کا تمسخر اُڑایا ۔ قرآنِ پاک کا ایسے تمسخر اُڑانے والے لوگوں کے بارے میں عبرت انگیز ارشاد ہے :-

اَللّٰهُ یَسْتَهْزِئُ بِهِمْ وَ یَمُدُّهُمْ فِیْ طُغْیَانِهِمْ

يَعْمَهُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ بِالْهُدٰى۔ اللہ سزا دے رہا ہے انہیں اِس مذاق کی اور ڈھیل دیتا ہے انہیں تاکہ اپنی سرکشی میں بھٹکتے رہیں، وہ لوگ ہیں جنہوں نے ہدایت کے عوض گمراہی کو خرید لیا۔ (سُورۃ البقرہ آیت ۱۵، ۱۶)

نبی کی اس معصومیت کا خُود خُدا حافظ و ناصر ہوتا ہے۔ حضرت یُوسف علیہ السّلام نے فرمایا :۔ مَا كَانَ لَنَآ اَنْ نُّشْرِكَ بِاللّٰهِ مِنْ شَیْءٍ ؕ ذٰلِكَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ عَلَيْنَا وَعَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُوْنَ ۝ ہمیں زیبا نہیں دیتا کہ کسی چیز کو اللہ کا شریک ٹھہرائیں، یہ اللہ کا ہم پر فضل ہے، اور لوگوں پر، مگر اکثر لوگ شُکر نہیں کرتے۔

(سُورۃ یُوسف آیت ۳۸)

اسی طرح فرمایا :۔ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌۢ بِالسُّوْٓءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیْ ؕ بے شک نفس تو بُرائی کا بڑا حکم دینے والا ہے مگر جس پر میرا رب رحم کرے (وہ اس کے قابو میں نہیں آسکتا)

(آیت ۵۳)

ہمارے آقا علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے بارے میں فرمایا :۔ وَلَوْلَآ اَنْ ثَبَّتْنٰكَ لَقَدْ كِدْتَّ تَرْكَنُ اِلَيْهِمْ شَيْـًٔا قَلِيْلًا ۝ اور اگر ہم تمہیں ثابت قدم نہ رکھتے تو قریب تھا تم ان کی طرف کچھ تھوڑا سا جھکتے۔ (سُورۃ بنی اسرائیل آیت ۷۴)

یاد رہے کہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسّلام لائق اطاعت بن کر آتے ہیں، اُن کی زندگی گمراہی سے عبارت نہیں ہوتی، سارے جہان کے لئے نمونہ ہوتی ہے لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ بے شک ضرور تمہارے لئے رسُولِ خدا کی سیرتِ طیبہ کامِل نمونہ ہے (سُورۃ الاحزاب)

اگر راہبر ہی راستے کے پیچ وخم سے ناواقف ہو تو پیچھے پیچھے چلنے والوں کا کیا بنے گا؟ اللہ تعالیٰ نے تمام نبیوں کو معصوم بنایا، ان کی اطاعت کو اپنی اطاعت قرار دیا۔ ان کے فرمان کو اپنا فرمان کہا۔ مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ۔ جس نے رسُول کی پیروی کی اُس نے اللہ کی پیروی کی، جیسی آیاتِ مبارکہ اس مضمون کی دلیل ہیں۔

عصمتِ پیغمبر کی بڑی وجہ:- اللہ تعالیٰ کا نبی اِس لئے معصُوم عَنِ الخطاء ہوتا ہے کہ اُس کا کوئی قول ایسا نہیں ہوتا جو وحیِ الٰہی سے باہر ہو اور کوئی فعل ایسا نہیں ہوتا جو وحیِ الٰہی کی روشنی میں نہ ہو۔

وحی کیا ہے؟ وحی اُن ذرائع کو کہا جاتا ہے جن سے اللہ تعالیٰ اپنا پیغام بندوں تک پہنچاتا ہے اس کا لغوی معنیٰ اشارہ کرنا، لکھنا، پیغام دینا، دِل میں ڈالنا، چھُپا کر بولنا وغیرہ ہے۔

قرآنِ پاک میں وحی کے تین ذرائع کا ذکر ہے :-

۱۔ اشارۂ سریع :-

اس کے لئے وحی کا لفظ لغوی معنیٰ کے ساتھ آیا ہے یعنی سریع (لطیف) اشارہ سے بات سمجھا دینا۔ اِسے القاء اور الہام بھی کہتے ہیں اس کی تین قسمیں ہیں :-

ا۔ جبلّی ادراک :- قرآن میں بتایا گیا ہے کہ رب نے شہد کی مکھی کو اس بات کی وحی کی کہ پہاڑوں، درختوں اور عمارات میں گھر بناؤ اور طرح طرح کے پھل کھاؤ۔

وَاَوْحٰی رَبُّكَ اِلَى النَّحْلِ اَنِ اتَّخِذِيْ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا وَّمِنَ الشَّجَرِ وَمِمَّا يَعْرِشُوْنَ ۝ ثُمَّ كُلِيْ مِنْ كُلِّ الثَّمَرَاتِ فَاسْلُكِيْ سُبُلَ رَبِّكِ ذُلُلًا ؕ (سورۃ النحل آیت ۶۸، ۶۹)

انسانی رُوح کے بارے میں ارشاد ہے فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰهَا۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو بدی اور تقوے کا الہام کر دیا۔ (سورۃ الشمس آیت ۸)

اس مقام پر وحی اور الہام سے مُراد وہ ادراک ہے جو سرشت میں پیدا کر دیا جاتا ہے۔

ب۔ کسی مفہوم کا دل میں وارد ہونا :-

اس صُورت میں الفاظ نازل نہیں ہوتے، دِل میں کسی فکر واستدلال کے

بغیر بے تامل ایک واضح خیال اُترتا ہے مثلاً :-
وَ اَوْحَیْنَآ اِلٰٓی اُمِّ مُوْسٰٓی اَنْ اَرْضِعِیْہِ ہم نے
موسیٰ (علیہ السّلام) کی ماں کو الہام کیا کہ اسے دُودھ پلاؤ۔
(سُورۃ القصص آیت ۷)

اور فرمایا :- وَاِذْ اَوْحَیْتُ اِلَی الْحَوَارِیّٖنَ اَنْ اٰمِنُوْا
بِیْ وَبِرَسُوْلِیْ ۔ اور جب میں نے حواریوں کو الہام کیا کہ مجھ
پر اور میرے رسُول پر ایمان لاؤ۔ (سُورۃ المائدہ آیت ۱۱۱) یہ
الہام غیر نبی کو بھی ہو سکتا ہے۔ جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السّلام کی والدہ ماجدہ
اور حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کے حواریوں کو ہُوا۔ جو بالاتفاق نبی نہیں تھے۔

غیر نبی کا الہام قطعی نہیں ہوتا اور نہ دین میں حُجّت، چاہے اس کا
وصُول کرنے والا کتنی ہی بڑی ہستی کا مالک کیوں نہ ہو۔ نبی کا الہام
قطعی، واضح اور غیر مبہم ہوتا ہے۔ دین میں حُجت ہوتا ہے اور اس کی
اشاعت و تبلیغ نبی پر واجب ہوتی ہے۔ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا
عَلٰی رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِیْنُ۔ جان لو، ہمارے رسُول پر
صرف کھول کر پیغام پہنچا دینا ہے (۵/۹۲)

ج۔ رُویائے صادقہ :- انبیاء کرام کے علاوہ
دُوسرے بندوں کو بھی سچّے خواب آتے ہیں فرق یہ ہے کہ نبی کا خواب
قطعی ہوتا ہے۔ شک و شُبہ کی کوئی گنجائش نہیں ہوتی۔ غیر نبی کے خواب
میں قطعیّت نہیں پائی جاتی۔

۲۔ تکلیمِ الٰہی :-

اس صُورت میں اللہ تعالیٰ بغیر واسطہ کے خُود نبی سے ہم کلام ہوتا ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پسِ پردہ کلام فرمایا اور حضور سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے معراج کی رات دو بدو۔

مُوسیٰ ز ہوش رفت بیک پر توِ صفات
تُو عینِ ذات می نگری در تبسّمی

۳۔ ارسالِ مَلک

اس صُورت میں فرشتہ اللہ تعالیٰ کا پیغام لے کر نازل ہوتا ہے۔ اس وحی کے لئے تنزیل کا لفظ بھی مستعمل ہے۔ وَاِنَّهٗ لَتَنْزِيْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ ۝ اور وہ یقیناً ربّ العالمین کی تنزیل ہے جس کے ساتھ جبریلِ امین نازل ہُوئے۔
(سُورۃ الشعراء آیت ۱۹۲، ۱۹۳)

(یہ تفصیل "تعارفِ قرآن" از پروفیسر محمد اقبال صاحب سے لی گئی ہے)

وحی کی مندرجہ بالا بحث ونظر سے معلوم ہُوا کہ وحی کی قطعی اقسام صرف نبی کے ساتھ مخصوص ہیں۔ غیر نبی کے لئے وحی کا لفظ صرف لغوی معنیٰ میں رائج ہے۔ نبی ساری عُمر اسی وحی قطعی پہ چلتا ہے۔ فرمایا :-

اِتَّبِعْ مَآ اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ج لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ج

اس پر چلو جو تمہارے ربّ کی طرف سے وحی ہوتی ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں (سُورۃ الانعام آیت ۱۰۶)

• قُلْ اِنَّمَآ اَتَّبِعُ مَا یُوْحیٰٓ اِلَیَّ مِنْ رَّبِّیْ

تم فرمادیں میں تو اسی کی پیروی کرتا ہوں جو میری طرف میرے رب سے وحی ہوتی ہے (سورۃ الاعراف آیت ۲۰۳)

• وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی ○ اِنْ ھُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی ○ اور وہ کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں کرتے وہ تو نہیں مگر وحی جو انہیں کی جاتی ہے (سورۃ النجم آیت ۳،۴)

• فَاسْتَمْسِکْ بِالَّذِیْٓ اُوْحِیَ اِلَیْکَ ج اِنَّکَ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ○ تو مضبوطی سے تھامے رہو اسے جو تمہاری طرف وحی کی گئی، بے شک تم سیدھی راہ پر ہو۔ (سورۃ الزخرف آیت ۴۳)

اس وحی کی بھی اللہ تعالیٰ حفاظت فرماتا اور اپنے پیارے پیغمبر کی بھی وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِکَ مِنْ رَّسُوْلٍ وَّلَا نَبِیٍّ اِلَّآ اِذَا تَمَنّٰٓی اَلْقَی الشَّیْطٰنُ فِیْٓ اُمْنِیَّتِہٖ ج فَیَنْسَخُ اللّٰہُ مَا یُلْقِی الشَّیْطٰنُ ثُمَّ یُحْکِمُ اللّٰہُ اٰیٰتِہٖ اور ہم نے تم سے پہلے جتنے رسول یا نبی بھیجے سب پر یہ واقعہ گزرا ہے کہ جب انہوں نے پڑھا تو شیطان نے ان کے پڑھے میں لوگوں پر کچھ اپنی طرف سے ملا دیا۔ تو مٹا دیتا ہے اللہ اس شیطان کے ڈالے ہوئے کو، پھر اللہ اپنی آیتیں پکی کر دیتا ہے۔ (سورۃ الحج آیت ۵۲)

یہ پیغمبر آخر الزماں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہونے والی وحی کا عظیم

اعجاز ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے حفظ دوام عطا فرمایا : اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّكۡرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوۡنَ ۔ (بے شک ہم نے اس ذکر کو نازل فرمایا اور ہم ہی اس کی حفاظت فرمانے والے ہیں)۔ اِسی امرِ قطعی کی دلیل ہے۔ تورات، زبور اور انجیل میں انبیاء کرام حضرات موسیٰ، داؤد، عیسیٰ علیہم السّلام کے بعد تحریف کر دی گئی مگر قرآنِ حکیم آج بھی روزِ اوّل کی طرح ہر قسم کے تغیّر و تبدّل سے پاک ہے۔

وجاہتِ پیغمبر

تاریخِ عالم کا مطالعہ کر کے دیکھیں تو معلوم ہو گا کہ ہر دور میں صاحبِ نبوّت سارے زمانے سے نرالی وجاہت و شوکت کا مالک ہوتا ہے وہ صاحبِ عزّت ہے اور اُس کے تابع فرمان بھی عزّت والے بن جاتے ہیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے :- وَلِلّٰهِ الۡعِزَّةُ وَلِرَسُوۡلِهٖ وَلِلۡمُؤۡمِنِيۡنَ وَلٰكِنَّ الۡمُنٰفِقِيۡنَ لَا يَعۡلَمُوۡنَ ؁ بے شک عزّت تو اللہ اور اُس کے رسُول اور اہلِ ایمان کے لئے ہے مگر منافق لوگ اس کو نہیں جانتے۔ (وہ یہی کہتے ہیں کہ ہر چھوٹا بڑا اللہ کے نزدیک ذرّہ ناچیز سے بھی کمتر ہے) قرآنِ پاک میں جابجا انبیاء کرام کے تذکرے منقول ہیں اور وہ اُن کی شوکت کا اعلان بڑے اہتمام کے ساتھ فرماتا ہے۔

حضرت آدم علیہ السّلام کی وجاہتِ علمی کے بارے میں ارشاد ہے

وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلٰٓئِكَةِ فَقَالَ اَنْۢبِـُٔوْنِىْ بِاَسْمَآءِ هٰٓؤُلَآءِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ اور اللہ تعالیٰ نے آدم کو تمام اشیاء کے نام سکھائے پھر سب اشیاء فرشتوں پر پیش کر کے فرمایا، سچّے ہو تو اِن کے نام تو بتاؤ۔

(سُورۃ البقرہ آیت ۳۱)

فرشتوں نے لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا (ہمیں کچھ علم نہیں جتنا کہ تُو نے ہمیں سکھایا) کہہ کر حضرت آدم علیہ السّلام کی وجاہت عِلمی کا اعتراف کر لیا اور جو اُن پر اللہ تعالیٰ کی خاص عنایت تھی اُس کو تہ دل سے تسلیم کر لیا۔ اب سب جانتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السّلام کی ان وجاہتوں کا انکار کرنے والا "عابد و زاہد" ہونے کے باوجود کس ذِلّت میں ہمیشہ کے لئے پھینک دیا۔ جگہ جگہ اللہ کریم نے اپنے انبیاء کرام کی وجاہت کا یوں ذکر فرمایا :-

• اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰٓى اٰدَمَ وَ نُوْحًا وَّ اٰلَ اِبْرٰهِيْمَ وَ اٰلَ عِمْرٰنَ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ۔

بے شک اللہ نے چُن لیا آدم اور نوح اور آلِ ابراہیم اور آلِ عمران کو سارے جہان سے۔ (سُورۃ آلِ عمران آیت ۳۳)

• قَالَ يٰمُوْسٰٓى اِنِّى اصْطَفَيْتُكَ عَلَى النَّاسِ بِرِسٰلٰتِىْ وَ بِكَلَامِىْ۔

فرمایا اے موسیٰ! میں نے تجھے اپنی رسالتوں اور اپنے

کلام کے لئے تمام انسانوں سے چن لیا۔ (سورۃ الاعراف آیت ۱۴۴)

وَتِلْكَ حُجَّتُنَآ اٰتَيْنٰهَآ اِبْرٰهِيْمَ عَلٰى قَوْمِهٖ ؕ نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَآءُ ؕ اِنَّ رَبَّكَ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ○ وَوَهَبْنَا لَهٗٓ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ ؕ كُلًّا هَدَيْنَا ۚ وَنُوْحًا هَدَيْنَا مِنْ قَبْلُ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهٖ دَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ وَاَيُّوْبَ وَيُوْسُفَ وَمُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ؕ وَكَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ ○ وَزَكَرِيَّا وَيَحْيٰى وَعِيْسٰى وَاِلْيَاسَ ؕ كُلٌّ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ○ وَاِسْمٰعِيْلَ وَالْيَسَعَ وَيُوْنُسَ وَلُوْطًا ؕ وَكُلًّا فَضَّلْنَا عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ○

اور یہ ہماری دلیل ہے کہ ہم نے ابراہیم کو اس کی قوم عطا فرمائی، ہم جسے چاہیں درجوں بلند کریں۔ بے شک تمہارا رب علم و حکمت والا ہے۔ اور ہم نے انہیں اسحٰق اور یعقوب عطا کئے، ان سب کو ہم نے راہ دکھائی اور ان سے پہلے نوح کو راہ دکھائی اور اس کی اولاد میں سے داؤد اور سلیمان اور ایوب اور یوسف اور موسیٰ اور ہارون کو۔ اور ہم ایسا ہی اجر دیتے ہیں نیکو کاروں کو۔ اور زکریا اور یحییٰ اور عیسیٰ اور الیاس کو، یہ سب ہمارے قرب کے لائق ہیں۔ اور اسماعیل اور یسع

اور یونس اور لوط کو، اور ہم نے ہر ایک کو "اس کے وقت" میں تمام جہانوں پر بزرگی عطا فرمائی۔

(سورۃ الانعام آیت ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶)

اب ملاحظہ فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے برگزیدہ نبیوں پر کیسے کیسے انداز سے سلام بھیج رہا ہے۔

وَسَلٰمٌ عَلٰٓی اِبْرٰھِیْمَ ○ سلام ہو ابراہیم پر۔

(سورۃ الصّٰفّٰت آیت ۱۰۹)

وَسَلٰمٌ عَلٰی مُوْسٰی وَھٰرُوْنَ ○ سلام ہو موسیٰ و ہارون پر۔

(ایضاً آیت ۱۲۰)

وَسَلٰمٌ عَلٰٓی اٰلِ یَاسِیْنَ ○ سلام ہو الیاس پر۔

(ایضاً آیت ۱۳۰)

ان سلاموں سے پہلے اور آخر میں ان نبیوں کی عظمتوں کو بڑے عُمدہ پیرائے میں بیان فرمایا ہے:۔

حضرت ابراہیم علیہ السّلام کے بارے میں فرمایا:۔ وَاذْکُرْ فِی الْکِتَابِ اِبْرٰھِیْمَ اِنَّہٗ کَانَ صِدِّیْقًا نَّبِیًّا۔ کتابِ پاک میں ابراہیم کو یاد کرو بے شک وہ سچے "پیغمبر" تھے۔ ایک مقام پر انہیں اَوَّاہٌ حَلِیْمٌ کے لقب سے یاد فرمایا کَانَ حَنِیْفًا مُّسْلِمًا بھی اُنہیں کا نام ہے یعنی ہر باطل سے جُدا رہنے والا حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کے بارے میں فرمایا:۔ وَجِیْھًا فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ

دُنیا و آخرت میں وجاہت والے۔ حضرت یحییٰ علیہ السّلام کے بارے میں فرمایا۔
مُصَدِّقًا بِکَلِمَۃٍ مِّنَ اللّٰہِ وَسَیِّدًا وَّحَصُوْرًا وَّ
نَبِیًّا مِّنَ الصّٰلِحِیْنَ۔ اللہ کی طرف سے ایک کلمہ کی تصدیق
کرنے والے، سردار، عورتوں سے بچنے والے اور صالح نبی۔
(آلِ عمران)

سُورۃ الشعراء میں کچھ انبیاء کرام کا تذکرہ ہے۔ ان کی قومیں ان کو
جھٹلایا کرتیں تو وہ جواب دیا کرتے اِنِّیْ لَکُمْ رَسُوْلٌ اَمِیْنٌ
بے شک میں تمہارے پاس اللہ کا بھیجا گیا امانت دار ہوں۔ معلوم ہُوا کہ
نبی وجاہت و امانت والا ہوتا ہے جبکہ اہلِ کفر اس کی ان خصُوصیات کا
انکار کر دیتے ہیں۔

پھر ہمارے آقا علیہ الصلوٰۃ والسّلام تو اچھوتی شان کے مالک ہیں، تمام
وجاہتیں، تمام عظمتیں، تمام رفعتیں اللہ تعالےٰ نے اپنے محبوبِ کریم کو
عطا فرمائیں۔ اِنَّآ اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَرَ بے شک ہم نے
آپ کو خیرِ کثیر عطا فرمائی۔ وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ اور ہم نے آپ
کا ذِکر آپ کے لئے بُلند کر دیا عَسٰۤی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ
مَقَامًا مَّحْمُوْدًا عنقریب آپ کا ربّ تعالیٰ آپ کو مقامِ محمود پر
فائز کرے گا۔ وَلَلْاٰخِرَۃُ خَیْرٌ لَّکَ مِنَ الْاُوْلٰی بے شک
پچھلی گھڑی آپ کے لئے پہلی گھڑی سے بہتر ہے۔ وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ
اِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لئے

رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

حضورؐ اللہ کا احسانِ عظیم ہیں۔

حضورؐ اللہ کی نعمتِ عظمیٰ ہیں۔

حضورؐ اللہ کا ذکرِ عظیم ہیں۔

محبوبِ مکرّم ہیں، رسولِ کریم ہیں۔

یہ تمام امورِ وجاہت تو بالکل صریحاً آیاتِ قرآنی سے ثابت ہیں۔ نجانے معترضین کو یہ آیاتِ قدسیہ کیوں دکھائی نہیں دیتیں؟ ایسی دلیلوں کے ہوتے ہوئے بھی انبیاء کرام خصوصاً محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت کا انکار وہی کرسکتا ہے جس کی عقل و دانش کا جنازہ نکل گیا ہو۔ ان کی بارگاہِ قدسیہ کو عرشِ عظیم بھی سلامی پیش کرتا ہے ان کے گھر کا پانی بھرنا ملائکہ کرام اپنے لئے باعثِ تکریم سمجھتے ہیں۔ ان کی زیارتِ ظاہری سے عام انسان مقامِ صحابیت پر فائز ہو جاتا ہے۔ یہ اہلِ انعام ہیں اور اہلِ انعام کے راستے پر گامزن ہونے کی دعا ہر اہلِ اسلام ہر نماز میں مانگتا ہے صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ان کے راستے پر چلا جن پر تو نے اپنا انعام فرمایا۔ کیا کسی "چوہڑے چمار" پر بھی اللہ تعالےٰ نے انعام فرمایا جو ان مبارک ہستیوں کو "تقویۃ الایمان" میں منکرین کے امام[1] نے اُس سے کمتر لکھا ہے۔ اور آج تک یہ لوگ ایسی کفریہ عبارتوں کو شائع کرتے چلے آرہے ہیں ؎

عقل ہوتی تو خدا سے نہ لڑائی لیتے　　　یہ گھٹائیں اُسے منظور بڑھانا تیرا

---

[1] مولوی اسماعیل دہلوی

علومِ پیغمبر:- اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبر کو علمِ غیب کی دولت بھی عطا فرماتا ہے۔ علمائے لغت نے تو نبی کا معنیٰ ہی "غیب کی خبریں دینے والا" بیان کیا ہے۔ اب قرآنِ حکیم کی مندرجہ ذیل آیاتِ قدسیہ پر غور کیجیے۔

• فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ پس اللہ اپنا غیب کسی پر ظاہر نہیں فرماتا مگر اپنے پسندیدہ رسول پر (فرماتا ہے)
(سورۃ الجن)

• مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِىْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ
اللہ کی یہ شان نہیں کہ تمہیں علمِ غیب عطا کرے ہاں وہ چُن لیتا ہے اپنے رسولوں میں سے جسے چاہے۔ (سورۃ آلِ عمران)

• حضرت نوح علیہ السّلام نے اپنی قوم سے فرمایا اَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ
میں اللہ کی طرف سے وہ علم رکھتا ہوں جو تم نہیں رکھتے۔
(سورۃ الاعراف)

• حضرت یعقوب علیہ السّلام نے بھی یہی ارشاد فرمایا "میں اللہ کی طرف سے وہ کچھ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔ (سورہ یوسف)

• حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا وَ اُنَبِّئُکُمْ بِمَا تَاْکُلُوْنَ وَمَا تَدَّخِرُوْنَ فِیْ بُیُوْتِکُمْ

اور میں تمہیں خبر دیتا ہوں جو تم کھا کر آئے ہو اور جو کچھ تم گھروں میں چھپا کر آئے ہو۔

• اللہ کریم نے ہمارے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں ارشاد فرمایا وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ

اور ہم نے تمہیں وہ کچھ سکھایا جو تم نہیں جانتے تھے (سورۃ النسآ)

• وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِيْنٍ۔

اور یہ نبی غیب بتانے میں بخیل نہیں (سورۃ التکویر)

• ہر چیز کا علم قرآن پاک میں موجود ہے (وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ) اور اس قرآنِ پاک کو ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جانتے ہی نہیں بلکہ اُمّت کو اس کی تعلیم بھی دیتے ہیں (وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ اور انہیں کتاب کی تعلیم دیتے ہیں۔) اگر کوئی مُعلّم کتاب سے پوری طرح واقف ہی نہیں تو وہ دوسروں کو کیسے اس کی تعلیم دے سکے گا، معلوم ہوا کہ آپ ہر چیز کا کماحقّہٗ ادراک رکھتے ہیں اور آپ کی ہی وجہ سے ساری اُمّتِ مرحومہ قرآنِ پاک سے منوّر ہوتی آرہی ہے۔ ان کے علاوہ اور بھی آیاتِ مبارکہ موجود ہیں جن کی روشنی میں یہ تصوّر اُبھرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نبی

علمِ غیب بھی جانتے ہیں اور علمِ شہادت بھی۔

تکریمِ بارگاہِ نبوّت

ایمان اور اسلام کی رُوح نبی کی تعظیم و توقیر اور اس کی بارگاہ کے آداب کو ملحوظِ خاطر رکھنا ہے۔ گستاخِ بارگاہ نبوّت کبھی بھی ایمان و اسلام کی دولتِ بے بہا سے مُشرّف نہیں ہو سکتا۔ قرآنِ پاک فرماتا ہے :۔

یَاۤ اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیِ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ وَاتَّقُوا اللّٰہَ ط اِنَّ اللّٰہَ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ ۝ یَاۤ اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَکُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ وَلَا تَجْھَرُوْا لَہٗ بِالْقَوْلِ کَجَھْرِ بَعْضِکُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُکُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ۝

اے ایمان والو! اللہ اور رسُول سے آگے نہ بڑھو۔ اور اللہ سے ڈرو۔ بے شک اللہ سُنتا جانتا ہے۔ اے ایمان والو! اپنی آوازیں اُونچی نہ کرو۔ اس غیب بتانے والے نبی کی آواز سے اور ان کے حضور بات چلّا کر نہ کرو۔ جیسے ایکدوسرے کے سامنے چلّاتے ہو کہ کہیں تمہارے عمل ضائع نہ ہو جائیں اور تمہیں خبر تک نہ ہو۔ (سُورۃ الحجرات)

معلوم ہُوا کہ بارگاہِ نبوّت میں ادنیٰ سی توہین کُفر ہے اور کُفر سے

اعمال اکارت ہو جاتے ہیں۔ قرآنِ پاک میں واضح طور پر موجود ہے:۔

لِتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُعَزِّرُوْهُ وَ تُوَقِّرُوْهُ۔

تاکہ اے لوگو تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لے آؤ اور رسول کی تعظیم و توقیر کرو۔ (سورۃ الفتح آیت ۹)

ایک جگہ اور فرمایا:۔

لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا۔

رسول کے پکارنے کو آپس میں ایسا نہ ٹھہراؤ۔ جیسا تم ایک دوسرے کو پکارتے ہو۔" (سورۃ النور ۶۳)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ و بارک وسلم کے بارے میں پیش گوئی فرمائی تھی۔

وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ ط اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ

اور "جو" اس کی تعظیم کریں اور اسے مدد دیں اور اس نور کی پیروی کریں جو اس کے ساتھ اُترا وہی بامراد ہوں گے۔

(سورۃ الاعراف ۱۵۷)

قرآنِ پاک میں یہ تصور بھی ملتا ہے کہ اللہ کے نبی کو ستانا باعثِ عذاب ہے

وَالَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ۔

اور جو رسُول اللہ کو ایذا دیتے ہیں۔ ان کے لئے دردناک عذاب ہے (سُورۃ التوبہ ٦١)

سُورۃ الاحزاب میں ایسے لوگوں کے لئے ارشاد ہے :۔

لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ۔

ان پر اللہ کی لعنت ہے دنیا و آخرت میں (آیہ ٥٧)

انہیں آیات کو مدِّ نظر رکھتے ہُوئے صحابہ کرام، اولیائے عظام اور عُلمائے اعلام نے شاتم رسالت اور گُستاخِ نبوّت کی سزا قتل قرار دی ہے۔ کیونکہ ایسے بدبخت انسان کا رشتہ ایمان سے منقطع ہو جاتا ہے۔

نبی کی عطا، اللہ کی عطا ہے

قرآنِ پاک نے واضح فرمایا کہ اگر کسی خوش نصیب کو اللہ کا نبی کچھ عطا فرماتا ہے تو یہ درحقیقت اللہ ہی کی عطا ہے۔ اللہ ہی کا فضل وکرم ہے۔ یہ شرک و کُفر نہیں۔ بلکہ اللہ نے اپنی عطا کے ساتھ ساتھ اپنے نبی کی عطا کا بھی ذکر فرمایا۔ ملاحظہ فرمائیں :۔

اَنْ اَغْنٰهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ

اللہ اور اس کے رسُول نے اپنے فضل سے انہیں غنی کر دیا (توبہ)

فرمایا وَلَوْ اَنَّهُمْ رَضُوْا مَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ

اور کیا تھا اگر وہ اللہ اور اس کے رسُول کی عطا پر راضی ہو جاتے۔ (التوبہ)

فرمایا اَنۡعَمَ اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَاَنۡعَمۡتَ عَلَیۡہِ

اللہ نے اس آدمی پر انعام فرمایا اور اے نبی تو نے بھی اس پر انعام فرمایا۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کو قاسمِ نعمت بنا کر بھیجا اور آپ کے صدقہ سے دیگر انبیاء و اولیاء بھی صاحبانِ عطا ہوئے۔ یہ اہل اللہ دُنیا و آخرت میں اختیارات کے مالک بنائے گئے ہیں۔ قُرآنِ پاک فرماتا ہے:۔

وَلَقَدۡ کَتَبۡنَا فِی الزَّبُوۡرِ مِنۡۢ بَعۡدِ الذِّکۡرِ اَنَّ الۡاَرۡضَ یَرِثُہَا عِبَادِیَ الصّٰلِحُوۡنَ۔

اور بے شک ہم نے زبور میں نصیحت کے بعد لکھ دیا کہ اس زمین کے وارث میرے نیک بندے ہوں گے۔ (الانبیاء)

یہ آیہ قُدسیہ بتا رہی ہے کہ اگر اہل اللہ وارث بنائے گئے ہیں تو پھر یقیناً ان کے دربار میں جانے والا نیاز کیش خالی ہاتھ واپس نہیں آئے گا۔ یہ ان کی شان کے خلاف ہے ؎

بے اُن کے واسطے کے خدا کچھ عطا کرے
حاشا غلط غلط یہ ہوس بے بصر کی ہے

نبی کا حُکم، اللہ کا حُکم ہے

بعض حضرات کا یہ خارجیوں اور باغیوں والا نظریہ ہے کہ اللہ کے حکم کے سوا کسی کا حکم نہیں یا یوں کہتے ہیں کہ اللہ کے سوا کسی

کو نہ مان۔ حالانکہ قرآن کے تصوّرِ نبوّت میں یہ بات بالکل روشن ہے کہ نبی کا حکم ماننا اہلِ ایمان کے لئے ایسے ہی ہے جیسے اللہ کا حکم ماننا۔ ذرّہ برابر بھی فرق ڈالنے والا تباہ و برباد ہو جاتا ہے۔ فرمایا

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتّٰى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا۔

اے نبی تمہارے ربّ کی قسم وہ ایماندار نہیں ہو سکتے۔ جب تک آپس کے جھگڑے میں تمہیں حاکم نہ بنائیں۔ پھر جو کچھ تم حکم صادر فرماؤ۔ اپنے دلوں میں اس سے رکاوٹ نہ پائیں اور جی سے مان لیں۔ (سُورۃ النسا۔ ۶۵)

فرمایا:۔ وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُولُهٗ أَمْرًا أَنْ يَّكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ ط

اور کسی مومن اور مومنہ کو یہ نہیں پہنچتا کہ جب اللہ اور رسُول کچھ حکم فرمائیں تو انہیں اپنے معاملہ کا کچھ اختیار رہے۔

(سُورۃ الاحزاب ۳۶)

فرمایا اے ایمان والو!

اِسْتَجِيبُوا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ

لِمَا یُحْیِیْکُمْ۔

اللہ اور اس کے رسول کے بلانے پر حاضر ہو جب رسول تمہیں اس چیز کے بارے میں بلائیں جو تمہیں زندگی بخشے گی۔

(سورۃ الانفال ۲۴)

نبی کا عمل، اللہ کا عمل ہے

بیعتِ رضوان میں حضور نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وبارک وسلّم نے صحابہ کرام علیہم الرضوان کی قصاصِ عثمانِ غنی (رضی اللہ تعالےٰ عنہ) پر بیعت لی تو خدا تعالےٰ نے اس عمل کو اپنی طرف منسوب کیا۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللہَ ط یَدُ اللہِ فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ۔

وہ جو بیعت کرتے ہیں وہ تو اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے۔

ہجرتِ مدینہ کے موقع پر آپ نے کنکریاں کفّارِ مکّہ کی طرف پھینکیں تو اس عمل کو بھی خدا تعالیٰ نے اپنا عمل قرار دیا۔

وَمَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰکِنَّ اللہَ رَمٰی۔

اے نبی تم نے وہ کنکریاں نہیں پھینکیں مگر پھینکیں تو اللہ نے پھینکیں ہیں۔

اسی طرح جب اللہ کا پیغمبر کلام فرماتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کلام کو اپنی طرف منسوب فرماتا ہے۔

وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ. إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ

اور نبی اپنی مرضی سے نہیں بولتا مگر اللہ کی وحی کے مطابق بولتا ہے۔

اسی طرح نبی کی رضا اللہ کی رضا قرآن کے تصوّرِ نبوّت سے ثابت ہے

بارگاہِ نبی، بارگاہِ کبریا ہے

قرآنِ پاک نے غلامانِ مصطفےٰ کو ارشاد فرمایا:- وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذ ظَّلَمُوا أَنفُسَهُمْ جَاءُوكَ ----

اگر وہ گناہ کریں، اے نبی تیری بارگاہ میں حاضر ہو کر معافی چاہیں اور تو ان کی شفاعت چاہے تو ان کی شفاعت کرے تو ضرور اللہ کو توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں گے۔

ایک جگہ ارشاد فرمایا:-

قُلْ يَا عِبَادِيَ الَّذِينَ أَسْرَفُوا عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا مِن رَّحْمَةِ اللَّهِ۔

فرما دیجئے اے میرے غلامو! اگر اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھو تو اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہونا۔

اللہ کی رحمت کیا ہے؟

از رُوئے قرآن ہمارے آقا علیہ الصلوٰۃ والسّلام ہی اللہ کی رحمت کے مظہرِ کامل ہیں :۔

وَمَآ اَرۡسَلۡنٰكَ اِلَّا رَحۡمَةً لِّلۡعٰلَمِيۡنَ

اور ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا۔

اور فرمایا وَبِالۡمُؤۡمِنِيۡنَ رَءُوۡفٌ رَّحِيۡمٌ

اہلِ ایمان کے لئے رافت و رحمت کا پیکر ہیں۔

معلوم ہوا کہ آپ کی رافت و رحمت اللہ کی رافت و رحمت ہے اور آپ کی بارگاہ اللہ کی بارگاہ ہے۔

بخدا خدا کا یہی ہے در نہیں اور کوئی مفر مقر
جو وہاں سے ہو یہیں آ کے ہو جو یہاں نہیں وہ وہاں نہیں
(اعلیٰحضرت علیہ الرحمتہ)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم سے قبل تمام انبیاء کرام کی بارگاہیں بھی اللہ کی بارگاہ کا پرتو ہُوا کرتی تھیں۔ جس نے ان اہلِ نبوّت کو چھوڑ کر زندگی بسر کرنے کی کوشش کی وہ ناکام رہا۔ اور ظن وتخمین کے گھرے اندھیروں میں ڈُوب کر رہ گیا۔ گویا ہر دور میں انسان کی کامیابی کا راز بارگاہِ نبوّت کے ساتھ وابستگی میں ہی پوشیدہ رہا ہے۔ اور دراصل یہی رُوحِ ایمان بھی ہے۔

تبرّکاتِ نبوّت

صاحبِ نبوّت سراپا برکت ہوتا ہے۔ جو چیز اس کے جسمِ اطہر کے ساتھ منسوب ہو جاتی ہے وہ بھی باعثِ برکت بن جاتی ہے حجازِ مقدس کا ذرّہ ذرّہ اور بیت المقدس کا چپہ چپہ اس لئے قابلِ تعظیم ہے کہ وہاں اللہ تعالیٰ کے پیارے انبیاء کرام علیہم السّلام جلوہ گر ہوئے اور ان مقامات کو عزّت و شرف کی دولت عطا کی۔ قرآنِ کریم نے تبرّکاتِ نبوّت کے تصوّر کو بھی تفصیل کے ساتھ اجاگر کیا ہے۔ سُورۃ یُوسف میں ہے کہ جب حضرت یوسف علیہ السّلام نے اپنے والد ماجد حضرت یعقوب علیہ السّلام کے بارے میں سُنا کہ وہ ان کے ہجر و فراق میں رو رو کر ظاہری آنکھوں کی روشنی کھو بیٹھے ہیں۔ تو آپ نے اپنے بھائیوں سے فرمایا:-

اِذْهَبُوْا بِقَمِيْصِىْ هٰذَا فَاَلْقُوْهُ عَلٰى وَجْهِ اَبِىْ يَاْتِ بَصِيْرًا۔

میرا یہ قمیص لے جاؤ اور ابّا حضور کی آنکھوں پر لگاؤ۔ ان کی آنکھیں کھُل جائیں گی۔

معلوم ہُوا کہ مقبولانِ بارگاہ کے تبرّکات میں بھی یہ اثر ہوتا ہے کہ وہ باعثِ شفا اور دافعِ بلا ہوتے ہیں۔ حیرت ہے جو خالقِ مطلق حکیم کی دوائی میں شفا ڈال سکتا ہے وہ اپنے محبوب بندے کے تبرّک میں شفا نہیں ڈال سکتا؟ یہی وہ مسئلہ ہے جو عقل کے اندھوں کو معلوم نہیں ہو سکتا۔

سُورۃ صٓ میں ہے کہ حضرت ایوّب صابر علیہ السلام بیمار ہو گئے۔ ایک طویل عرصہ اسی حالت میں رہے۔ آخر اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہُوا۔

اُرۡکُضۡ بِرِجۡلِكَ هٰذَا مُغۡتَسَلٌۢ بَارِدٌ وَّشَرَابٌ

زمین پر پاؤں مارو۔ یہ ہے ٹھنڈا چشمہ نہانے اور پینے کو۔

آپ نے اس ٹھنڈے چشمے سے پانی لے کر غسل کیا اور اسے پیا تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو شفا عطا فرمائی۔ وہ چشمہ بھی تو آپ کے قدموں کی برکت تھی اور حضرت کا تبرّک تھا۔ جسے اللہ تعالیٰ نے باعثِ شفا بنا دیا۔ اسی طرح آبِ زم زم شریف بھی ایک معصوم پیغمبر علیہ السّلام کے قدموں کا دھووَن ہے۔ جسے تمام مسلمان اپنی رُوحانی و جسمانی بیماریوں کا علاج سمجھتے ہیں۔ قرآنِ پاک میں تبرکاتِ نبوّت کا ایک اور واضح بیان موجود ہے۔ بنی اسرائیل کے پاس ایک صندوق تھا۔ جس میں حضرت موسیٰ علیہ السّلام اور حضرت ہارون علیہ السّلام کے تبرکات محفوظ تھے۔ دورانِ جنگ وہ صندوق اسلامی عساکر کے آگے آگے رہتا اور اللہ کریم اس کی برکت سے اہلِ اسلام کو فتح و نصرت کے مواقع عطا فرماتا۔ بعد میں بنی اسرائیل کی نااہلی کی وجہ سے وہ صندوق کھو گیا اور ان پر سختیوں کا وقت مسلّط کر دیا گیا۔ پھر جب جالوت نامی بادشاہ سے جہاد کا وقت آیا تو حضرت شموئیل علیہ السّلام نے طالوت نامی نوجوان کو بنی اسرائیل کا سردار اور سپہ سالار مُقرّر فرمایا اور اس کی سرداری اور سپہ سالاری کی دلیل وہی صندوق ٹھہرایا جو اُن سے کھو چکا تھا۔ اللہ کریم کے حکم سے فرشتے وہ صندوق

لے کر بارگاہِ نبوت میں حاضر ہو گئے۔ قرآنی تصریح ملاحظہ فرمائیں۔

وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ إِنَّ آيَةَ مُلْكِهِ أَنْ يَّأْتِيَكُمُ التَّابُوتُ فِيهِ سَكِينَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَبَقِيَّةٌ مِّمَّا تَرَكَ آلُ مُوسَىٰ وَآلُ هَٰرُونَ تَحْمِلُهُ الْمَلَٰئِكَةُ ط إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً لَّكُمْ إِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِينَ۔ (البقرہ: ۲۴۸)

اور ان سے ان کے نبی نے فرمایا اس (طالوت) کی بادشاہی کی نشانی یہ ہے کہ آئے تمہارے پاس صندوق جس میں تمہارے ربّ کی طرف سے دلوں کا چین ہے اور کچھ بچی ہوئی چیزیں ہیں۔ معزّز موسیٰ اور معزّز ہارون کے ترکہ کی اُٹھاتے لائیں گے اُسے فرشتے، بے شک اس میں بڑی نشانی ہے تمہارے لئے اگر ایمان رکھتے ہو۔

مُفسّرین کرام فرماتے ہیں کہ صندوق میں انبیاء کرام علیہم السّلام کی قدرتی تصویریں، توریت کی تختیاں، موسیٰ علیہ السّلام کا عصا، کپڑے اور نعلین مبارک اور حضرت ہارون علیہ السّلام کا عمامہ شریف اور کچھ مَنّ کے ٹکڑے رکھے ہُوئے تھے۔ ان تبرّکات کی وجہ سے مسلمان ہر میدان میں کامران ہوتے اور کامیابی کے پرچم لہراتے تھے۔

سُورۃ طٰہٰ میں واقعہ منقول ہے کہ سامری نے ایک بچھڑا بنایا اور اس پر جبرائیل علیہ السّلام کے گھوڑے کے قدموں کی مٹی ڈال دی۔

فَقَبَضْتُ قَبْضَةً مِّنْ اَثَرِ الرَّسُوْلِ فَنَبَذْتُهَا۔

تو ایک مٹھی بھر لی فرشتہ کے نشان سے پھر اسے ڈال دیا۔(آیت ٩٦)
اس مٹی کا یہ اثر ہوا کہ اس بے جان بچھڑے میں جان پیدا ہو گئی اور سامری نے اس کو خدا بنا لیا۔ (معاذاللہ) اس واقعہ سے حضرت جبریل علیہ السّلام کے فیوض تو ظاہر ہو گئے۔ بس فرق اتنا رہا کہ اہلِ ایمان اس سے اور طرح فائدہ اُٹھاتے ہیں۔ اور اہلِ کُفر اوّل تو ان فیوض کو مانتے نہیں اور اگر مانیں بھی تو اسے گمراہی کا ایک ذریعہ بنا لیتے ہیں۔

صِفاتِ نبوّت

صاحبِ نبوّت اپنی ذات اور صفات کے اعتبار سے تمام اہلِ جہان سے منفرد اور نرالے مقام پر فائز ہوتا ہے جیسے اس کی ذات، ذاتِ واجب کی دلیل ہوتی ہیں۔ ویسے ہی اس کی صفات، صفاتِ واجب کی دلیل ہوتی ہیں۔ ہمارے اس مؤقف کی تائید قُرآنِ پاک کی متعدد آیاتِ مبارکہ سے ہوتی ہے۔

سماعت

(ا) حضرت سلیمان علیہ السّلام نے تین میل کے فاصلہ سے چیونٹی کی آواز سُنی اور فَتَبَسَّمَ ضَاحِكًا مِّنْ قَوْلِهَا اور اس کے قول

پر مسکرا دیئے (نمل)

تین میل سے چیونٹی کی آواز سننا یقیناً سماعت نبی کا کام ہے یا اس کے خوانِ نعمت کے کسی پروردہ غلام کا۔ اسی مقام پر یہ مسئلہ بھی حل ہو جاتا ہے کہ اگر حضرت سلیمان علیہ السّلام تین میل سے چیونٹی کی غیر محسوس آواز سُن سکتے ہیں تو پھر ہمارے آقا علیہ الصلوٰۃ والتسلیم بھی غلاموں کا پڑھا جانے والا درودِ پاک سُن سکتے ہیں۔ اگر کوئی کہے کہ زندہ کی سماعت پر مُردہ کی سماعت کو کیسے قیاس کیا جا سکتا ہے؟ تو ہم عرض کریں گے کہ ہمارا محبوب بھی زندہ ہے۔ جو ان کو مُردہ تصوّر کرے وہ خود مُردہ ہے۔ اس کی عقل و شعور کا جنازہ نکلا ہوا ہے۔

تصرّف

(۱) صاحبِ نبوّت اللہ کے عطا کردہ اختیار سے صاحبِ تصرّف ہوتا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام مٹی کا پرندہ بناتے اور پھونک مار کر اُڑا دیتے۔ مُردوں کو زندہ کرتے اور اندھوں کو آنکھیں دیتے اور برص والوں کو شفاء دیتے۔ اللہ تعالےٰ نے یہ تمام تصرّفات اپنے پیارے نبی کو عطا فرما رکھے تھے حضرت سلیمان علیہ السّلام کے حکم سے ہواؤں کا رُخ مُڑ جاتا۔ حضرت داوٗد علیہ السّلام کے ہاتھ میں لوہا موم کی طرح پگھل جاتا۔ اسی طرح عصائے کلیم کے حیران کُن واقعات بھی صفحاتِ قُرآنِ کریم کی زینت بنے ہوئے ہیں۔ حضرت خلیل علیہ السّلام کی آواز پر ٹکڑوں میں بٹے ہوئے پرندے زندہ ہو کر دوڑتے ہوئے چلے آتے ہیں۔ (البقرہ)

کہیں زندہ اُونٹنی خشک پہاڑ کے پیٹ سے جنم لے رہی ہے۔ صاحبِ نبوّت تو مرتبۂ کمال کا حامل ہوتا ہے۔ اس کے صحابی کا تذکرہ قرآنِ پاک میں ملتا ہے کہ سینکڑوں میل دور سے تختِ بلقیس آنکھ جھپکنے سے پہلے بارگاہِ سلیمانی میں حاضر کر دیتا ہے (النمل)

یہ سب کچھ اللہ تعالےٰ کا فضل و کرم ہے اور اسی کے عطا کردہ تصرّفات و کمالات ہیں۔ مگر نجانے بعض کم عقلوں کو کیا ہو گیا جو ہر وقت اہلِ اللہ کی تنقیص میں مصروف رہنا اصلِ ایمان سمجھتے ہیں۔ حالانکہ یہی بات "بے ایمانی" کا پیش خیمہ ثابت ہو سکتی ہے۔ بلکہ ہے۔

بصارت

قرآنِ پاک میں ہے کہ حضرت خلیل علیہ السّلام کو اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کی بادشاہیاں دکھائیں۔

وَكَذٰلِكَ نُرِيٓ اِبْرَاهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔

اور اسی طرح ہم نے ابراہیم علیہ السّلام کو زمین و آسمان کی بادشاہیاں دکھائیں۔ (الانعام)

دیکھئے صاحبِ نبوّت کی بصارت کا عالم کہ زمین و آسمان کے تمام رازہائے سربستہ آنِ واحد میں کھُلتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

سُورۃ النجم میں ہمارے آقا علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی قوّتِ بصارت کا ذکر ہے

مَازَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى ۝ لَقَدْ رَاٰى

مِنْ اٰیٰتِ رَبِّہِ الْکُبْرٰی ۝

آنکھ نہ کسی طرف پھری نہ حد سے بڑھی۔ بے شک اپنے ربّ کی بہت بڑی نشانیاں دیکھیں۔

مفسّرین کرام نے صراحت فرمائی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے معراج شریف کی رات دیدارِ کبریا سے اپنی آنکھوں کو مشرّف پایا اور عالمِ ملکوت و عالم لاہوت کے اسرار ملاحظہ فرمائے۔

سُورۃ یُوسف میں حضرت یُوسف علیہ السّلام کی بصارت کا ذکر ہے :-

لَوْلَآ اَنْ رَّاٰ بُرْھَانَ رَبِّہٖ

اگر اپنے ربّ کی دلیل نہ دیکھ لیتے۔

مُفسّرین فرماتے ہیں کہ جب زلیخا نے آپ کو راہِ راست سے ہٹانے کی کوشش کی تو آپ نے حضرتِ یعقوب علیہ السّلام کو دیکھا۔ آپ اللہ کی دلیل بن کر اپنے صاحبزادے کو نظر آئے۔ اب دیکھئے وہ دلیل صرف صاحبِ نبوّت کو نظر آئی۔ زلیخا کو نہیں۔

معلوم ہُوا کہ صاحبِ نبوّت کی بصارت عام لوگوں سے کہیں زیادہ اور منفرد ہوتی ہے۔ بلکہ غائب کی چیزوں کو بآسانی دیکھ رہی ہوتی ہے۔ اسی سُورۃ میں منقول ہے کہ جب حضرت یُوسف علیہ السّلام کی قمیص لائی جا رہی تھی تو حضرت یعقوب علیہ السّلام نے پہلے ہی خبر دے دی

اِنِّیْ لَاَجِدُ رِیْحَ یُوْسُفَ

بے شک میں یُوسف کی خوشبو محسوس کر رہا ہوں۔

یہ خوشبو صرف صاحبِ نبوّت کو آرہی تھی یا اس کا ادراک صاحبِ نبوّت
کو ہی تھا۔ عام لوگوں کو نہیں۔ اگر ہوتا تو یہ کیوں کہتے :۔

تَاللّٰهِ اِنَّكَ لَفِیْ ضَلٰلِكَ الْقَدِیْمِ۔

اللہ کی قسم آپ تو یوسف کی پہلی محبت میں ڈوبے ہوئے ہیں۔

معلوم ہوا کہ صاحبِ نبوّت دوسروں سے قطعی منفرد ہوتا ہے۔ دوسروں
کو چاہیئے کہ اس کی باتوں کا اقرار کر لیں۔

نبی قاسمِ ہدایت ہوتا ہے

اللہ تعالیٰ کی عطا سے صاحبِ نبوّت ہدایت کی دولت تقسیم فرماتا ہے
حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ارشادِ باری ہے :۔

اِنَّكَ لَتَدْعُوْهُمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ

بے شک آپ ضرور انہیں ہدایت والے راستے کی طرف بلاتے ہیں
(سورۃ المومنون)

اور فرمایا :۔ وَدَاعِیًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِیْرًا

اور اللہ کی طرف دعوت دینے والے اور چمکتے سورج (الاحزاب)

اور فرمایا :۔ وَیُزَكِّیْهِمْ وَیُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ
وَالْحِكْمَةَ

اور انہیں پاک کرتے اور کتاب وحکمت کی تعلیم دیتے ہیں اور
دیں گے۔ اور فرمایا :۔

لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ إِلَى النُّوْرِ

کہ تم لوگوں کو اندھیروں سے اُجالے میں لاؤ۔ (ابراہیم)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں ارشاد ہے کہ :-

"ہم نے موسیٰ کو نشانیاں دے کر بھیجا کہ وہ اپنی قوم کو اندھیروں سے نکال کر اُجالوں میں لے آئیں"۔ (ابراہیم)

بلکہ ہر نبی اپنی قوم کے لئے قاسمِ ہدایت بن کر جلوہ گر ہوتا ہے۔

نبی شارع ہوتا ہے

نبی کی بشریّت کی بڑی وجہ یہ ہے کہ وہ بشریّت کا راہبر بن کر آتا ہے پہلے کام وہ خود کرتا ہے اور پھر اس کی تعلیم اُمّت کو دیتا ہے۔ اس طرح اس کے قول و فعل میں تضاد نہیں پایا جاتا۔ وہ جس کو حرام کہتا ہے وہ حرام ہو جاتا ہے اور جس کو حلال کہتا ہے وہ حلال ہو جاتا ہے۔

وَلِأُحِلَّ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِي حُرِّمَ عَلَيْكُمْ

حضرت عیسٰی علیہ السلام نے فرمایا :- کہ میں حلال کروں تمہارے لئے بعض چیزیں جو تم پر حرام تھیں۔ (آلِ عمران)

اور آپ نے ہمارے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں پیشگوئی فرمائی۔

وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ (الاعراف)

اور ستھری چیزیں ان کے لئے حلال فرمائے گا اور گندی چیزیں

انہیں حرام کرے گا ۔

قرآنِ پاک نے ان ظالموں کو قتل کرنے کا حکم دیا ہے جو صاحبِ نبوّت کے اس کمال کو تسلیم نہیں کرتے ۔ لڑو ان سے جو اللہ اور آخرت پر ایمان نہیں لاتے ۔

وَلَا یُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ

اور حرام نہیں مانتے اس چیز کو جس کو اللہ اور اس کے رسُول نے حرام ٹھہرایا (التوبہ)

ایک جگہ اور فرمایا :۔

وَمَا اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۚ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۔

جو کچھ تمہیں رسُول عطا کرے لے لو اور جو منع کرے تو اُس سے رُک جاؤ ۔ (سُورۃ الحشر)

حیات النّبی

دیگر امُور کی طرح انبیاء کرام صلوٰت اللہ علیہم اجمعین کی حیاتِ مبارکہ بھی قرآن سے ثابت ہے ۔ سب سے پہلے دیکھئے کہ شہید کو درجۂ شہادت نبی کے توسّل سے ملتا ہے ۔ اگر کوئی نبی پر ایمان نہیں لاتا تو وہ شہید تو کجا کچھ بھی نہیں بن سکتا ۔ شہید از رُوئے قرآن زندہ ہے اور اللہ کا رزق کھاتا ہے ۔ اس کی

زندگی میں شک کرنا اللہ تعالےٰ کو قبول نہیں ۔ نجانے متاعِ شعور کہاں کھو گئی جو شہید کو تو زندہ مانتے ہیں مگر شہید کے آقا و مولیٰ کو زندہ نہیں مانتے ۔ غور کریں کہ شہید کو شہید کیوں کہا جاتا ہے ؟ اس لئے کہ وہ دینِ حق کی حقانیت پر اپنے خون سے گواہی دیتا ہے اور ہمیشہ کے لئے زندہ و جاوید بن جاتا ہے ہمارے آقا بھی گواہ ہیں ۔ قرآنِ کریم نے انہیں بھی شہید کا لقب عطا فرمایا ہے حیرت ہے اگر اُمّتی کو شہید کہا جائے تو وہ زندہ ہوتا ہے اور اگر نبی کو شہید کہا جائے تو وہ پھر بھی مُردہ ہی رہتا ہے ۔

قُرآنِ پاک نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم سے فرمایا :

وَسْئَلْ مَنْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ

اور ان سے پُوچھئے جو ہم نے آپ سے پہلے رسُول بھیجے ۔ (الزخرف)

حالانکہ پہلے رسول وصال پا چکے تھے اور مُردہ سے پُوچھنے کا حکم بھی عجیب سا لگتا ہے ۔ معلوم ہُوا کہ انبیاء کرام زندہ ہیں ۔ سبھی نے مسجدِ اقصیٰ میں ہمارے آقا سے ملاقات کی اور پھر ساتوں آسمانوں کے طبقات پہ آپ کا استقبال کیا ۔ اسی آیۂ مقدسہ میں سابقہ انبیاء کرام سے گواہی لینے کا حکم دیا جا رہا ہے ۔ تو کیا مُردہ انسان کی گواہی ممکن ہے جو مر گیا وہ کیا گواہی دیگا ۔

ایک جگہ ارشاد فرمایا :- بے شک ہم نے موسیٰ کو کتاب عطا فرمائی ۔

فَلَا تَكُنْ فِیْ مِرْيَةٍ مِّنْ لِّقَآئِهٖ

تو تم ان کے ملنے میں شک نہ کرو (السجدۃ)

یعنی اے محبوب آپ نے جو موسیٰ علیہ السّلام سے مُلاقات فرمائی وہ

وہم وگمان کا کرشمہ نہیں بلکہ حقیقت ہے۔ اِسی لئے کہ مقبولانِ بارگاہِ ایزدی مرا نہیں کرتے۔ بس موت کا ذائقہ چکھتے ہیں۔ پھر دوبارہ زندہ کر دیئے جاتے ہیں۔ دیکھتے سُنتے ہیں اور حیاتِ ابدی کے مالک بنائے جاتے ہیں ان کی رُوحانی قوّتیں ویسی کی ویسی ہی رہتی ہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے چوتھے آسمان پر سیّد الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسّلام سے ملاقات کی اور پچاس نمازوں کی پانچ کروائیں۔ کیا کوئی مُردہ شخص یہ کمال دِکھا سکتا ہے۔

امامِ اہلسُنّت نے اس عقیدے کی کیا خُوب ترجمانی فرمائی ہے۔

انبیاء کو بھی اَجل آنی ہے — مگر ایسی کہ فقط آنی ہے
پھر اسی آن کے بعد ان کی حیات — مثلِ سابق وہی جسمانی ہے
روح تو سب کی ہے زندہ انکا — جسم پر نُور بھی رُوحانی ہے
یہ ہیں حیّ ابدی ان کو رضا
صدقِ وعدہ کی قضا مانی ہے

اس امر کو تو مخالفین نے رٹا ہُوا ہے کہ "یا" حرفِ ندا ہے جو زندہ کو مخاطب کرتے وقت استعمال کیا جاتا ہے۔ لہٰذا یارسُول اللہ (صلی اللہ علیک وسلّم) مت کہا کرو۔ کیونکہ وہ تو مر کر مٹی میں مل گئے[1] (معاذ اللہ) حالانکہ یہ مخالفین کی دوغلی پالیسی ہے۔ نماز میں اَیُّھَا النَّبِیُّ (اے نبی) کہہ لیتے ہیں مگر نماز کے باہر یہ بات شرک بن جاتی ہے۔ پھر روضۂ پاک کے قریب بھی یارسُول اللہ (صلی اللہ علیک وسلّم) کہہ لیتے ہیں مگر

---

[1] تقویۃ الایمان ص۶۱

روضۂ پاک سے ہٹ کر ممنوع ہے۔ کتنا افسوسناک عقیدہ ہے۔ کتنی زہر آلود سوچ ہے ؎

اُف رے منکر یہ بڑھا جوشِ تعصّب آخر
بھیڑ میں ہاتھ سے کم بخت کے ایمان گیا

قارئین کرام! مختلف موضوعات کے تحت جو ہم نے قرآنِ حکیم کے تصوّرِ نبوّت کو اُجاگر کیا۔

عقلِ سلیم اس ناقابلِ تردید حقیقت کو تسلیم کئے بغیر نہیں رہ سکتی کہ اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ رسولوں اور جلیل القدر نبی نہایت عظمت و شوکت کے حامل ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے دُشمن پرِ کاہ کی حیثیّت بھی نہیں رکھتے اس سے بڑھ کر شقاوتِ قلبی اور ہو بھی کیا سکتی ہے کہ دُشمنوں کے ردّ و مذمّت میں اُترنے والی آیاتِ قدسیہ کو پیشِ نظر رکھ کر محبوبانِ خدا کی شان و عظمت کا انکار کر دیا جائے۔

دُعا ہے اللہ کریم شعورِ رسا کی دولت سے مالا مال کرے۔

رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِیْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِیْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِیْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَا اِنَّکَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ

وَسَلَامٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ۔

اٰمین

دامنِ محبوب کی ٹھنڈی ہوا کا ساتھ ہو

یا الٰہی ہر جگہ تیری عطا کا ساتھ ہو
جب پڑے مشکل شہِ مشکل کشا کا ساتھ ہو

یا الٰہی بھول جاؤں نزع کی تکلیف کو
شادیٔ دیدارِ حسنِ مصطفےٰ کا ساتھ ہو

یا الٰہی گورِ تیرہ کی جب آئے سخت رات
ان کے پیارے منہ کی صبحِ جانفزا کا ساتھ ہو

یا الٰہی جب پڑے محشر میں شورِ دار و گیر
امن دینے والے پیارے پیشوا کا ساتھ ہو

یا الٰہی جب زبانیں باہر آئیں پیاس سے
صاحبِ کوثر شہِ جود و سخا کا ساتھ ہو

یا الٰہی سرد مہری پر ہو جب خورشیدِ حشر
سیدِ بے سایہ کے ظلِ لوا کا ساتھ ہو

یا الٰہی گرمیٔ محشر سے جب بھڑکیں بدن
دامنِ محبوب کی ٹھنڈی ہوا کا ساتھ ہو

یا الٰہی نامۂ اعمال جب کھلنے لگے
عیب پوشِ خلق ستارِ خطا کا ساتھ ہو

یا الٰہی جب بہیں آنکھیں حسابِ جرم میں
چشمِ گریانِ شفیعِ مرتجیٰ کا ساتھ ہو

یا الٰہی جب حسابِ خندۂ بے جا رلائے
چشمِ گریانِ شفیعِ مرتضےٰ کا ساتھ ہو

یا الٰہی رنگ لائیں جب مری بے باکیاں
ان کی نیچی نیچی نظروں کی حیا کا ساتھ ہو

یا الٰہی جب چلوں تاریک راہِ پل صراط
آفتابِ ہاشمی نور الہدیٰ کا ساتھ ہو

یا الٰہی جب سرِ شمشیر پر چلنا پڑے
رَبِّ سَلِّمْ کہنے والے غمزدہ کا ساتھ ہو

یا الٰہی جو دعائے نیک ہم تجھ سے کریں
قدسیوں کے لب سے آمیں ربنا کا ساتھ ہو

یا الٰہی جب رضاؔ خوابِ گراں سے سر اٹھائے
دولتِ بیدارِ عشقِ مصطفےٰ کا ساتھ ہو۔

آئینۂ خانۂ محبوبؐ

از: علامہ بدر القادری۔ ھالینڈ

نعتِ محبوبِ خدا سنتے سناتے رہیے
جذبۂ عشق کو پروان چڑھاتے رہیے

بات ہے، ان کی عنایت کی وہ کب آجائیں
محفلِ قلب و نظر اپنی سجاتے رہیے

خارزاروں سے گزرنا ہے نبی کی سنّت
دین کے نام پہ تکلیف اٹھاتے رہیے

عزّت و غیرتِ ایماں سے بڑا کچھ بھی نہیں
جا بجا نغمۂ توحید سناتے رہیے

دولت و جاہ تو ایمان کا مقصود نہیں
وقت آجائے تو سر دین پہ کٹاتے رہیے

آج کے دور میں ایمان کا تقاضا یہ ہے
بچیے گمراہی سے، اوروں کو بچاتے رہیے

ہے ثمر دار شجر، سرورِ عالم پہ درود
آخرت کے لیے یہ باغ لگاتے رہیے

تین سو تیرہ تھے جب ہم تو فتحیاب تھے کیوں
اسی جوہر کی طرف دھیان لگاتے رہیے

صرف ایک گھر نہیں، مسجد ہے شعارِ اسلام
اس کی حرمت کے لیے جان لٹاتے رہیے

نجف و دہلی و اجمیر، بریلی، بغداد
آئینہ خانۂ محبوب ہیں، جاتے رہیے

حُبِّ حق، بُغضِ عدو بدر رہے دیں کا معیار
اپنے اخلاف کو یہ درس سکھاتے رہیے

اللہ کی سرتابقدم شان ہیں یہ
اِن سا نہیں انسان وُہ انسان ہیں یہ
قرآن تو ایمان بتاتا ہے اِنہیں
ایمان یہ کہتا ہے مِری جان ہیں یہ

(امام احمد رضا بریلوی)